فون نمبر: 35863260 35862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 100	19 ربیع الاوّل تا 19 ربیع الثانی 1434 ہجری یکم فروری تا 28 فروری 2013ء	شمارہ نمبر 4-3

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بدقسمت ہے، وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے ہے

اے میری جماعت! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہو اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادت مند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو کہ تم خدا کو وحدہ لاشریک سمجھو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے، خدا اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینے اور غصّے سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ ہوتا۔ سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کی آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر پہلو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا بناؤ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہاری تک پہنچایا ہے سو اس پاک کلام کی قدر کرو اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راست بازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک موثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۱-۶۳)

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

از کلام حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

ہر طرف فِکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اِسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نُور ہے نُور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نُور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو اِنہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وُہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بُغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج اِن نُوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دِل کو اِن نُوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وُجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفےٰ پر تیرا بیمد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدا یا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدلم
دِل کو وُہ جام لبالب سے پلایا ہم نے

درس قرآن کریم

برموقع سالانہ دعائیہ2012ء،فرمودہ حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: **”لوگوں کو نفسانی خواہشوں کی محبت بھلی معلوم ہوتی ہے (جیسے) عورتیں اور بیٹے اور ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی، یہ اس ورلی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔(سورۃ آل عمران ۳ آیت 13)**

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی اور اس کا ترجمہ آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ اس میں ایک طرف دنیاوی زندگی کی آسائشوں اور سامانوں کا ذکر ہے اور دوسری طرف ایک اس اچھے ٹھکانے کا جو اللہ کے پاس ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے اور اس کو چھوڑ کر انسان کس طرف نکل پڑتا ہے۔ اس محدود سی زندگی کے لئے اور اس کی آسائشوں کے پیچھے کیسے وہ پڑ جاتا ہے اور کیسے وہ اپنی زندگی کے اصلی مقصد کو اپنے پیٹھ پیچھے ڈال دیتا ہے۔ کیسے وہ اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو ترجیح دینے لگ جاتا ہے اور اس زندگی کے اصلی مقصد جو خدارسائی، تعلق باللہ، اس کے قریب ہونا ہے اُس سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اللہ اُس کو اس مقام پر لانے کے لئے تمام ہدایت نامے، تمام رسول، محدثین، مجددین کے ذریعہ پیغامات بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کا دوست بن جائے اور ولی اللہ کہلائے لیکن وہ زمین کے کیڑے کی طرح زمین ہی پر رینگنا پسند کرتا ہے۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے اس زمانے کے امام نے اسی مقصد سے ایک جماعت بنائی اور اس میں ایسے اصول رکھے جن میں مال کی محبت کا کانٹا جو دل میں کھبا ہوتا ہے اس کو نکال دیا اور انسان کی توجہ اصلی مقصد کی طرف دلوائی۔ اور وہ راہیں جن پر چلنے کے لئے اس کی تمام تعلیم ہمیں بلاتی ہے وہ تقویٰ کی راہ ہے اور ایک ہی چھوٹے سے جملہ میں جو بیعت کے دوران ہم کہتے ہیں **”میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا“** تو وہ بھی اس آیت کی تشریح ہو جاتی ہے کہ جب ہم پر فیصلہ کا وقت آئے کہ ایک طرف صرف دنیاوی کشش اور دوسری طرف ہمارے دین کے نصب العین ہوں۔ ہم اکثر ایسے دوراہے پر آ کھڑے ہوں گے جہاں ہم کو فیصلے کرنے ہوں گے کہ کس راہ کو اختیار کیا جائے تو وہاں فیصلہ کی ہدایت ایک ہی جملے میں ہے کہ جب ایسا موقع آئے کہ **دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے تو ہمارے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔**

جب انسان اس بات کا عزم کر لے کہ وہ اسی اصول کی پابندی کرے گا کہ دنیا میں وہ ہمیشہ دین کو ترجیح دے گا تو پھر اس کی زندگی میں توازن پیدا ہو جائے گا۔ **اسلام نہ تو دنیا سے کٹ کر صرف دین کے پیچھے پڑنے کا نام ہے اور نہ صرف دنیا کے پیچھے پڑ جانے کا نام ہے۔ یہ بڑے توازن والا مذہب ہے اور اسی کی طرف امام وقت نے توجہ دلائی ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو توجہ دو۔** اور اس دنیا کو ایسی سیڑھی سمجھنے کو کہا جس کے اوپر چڑھ کر، کامیابی سے چل کر ہم نے آخرت کے مقام پانے ہیں، خدا کے قریب ہونا ہے، وہ جو پل صراط کا ذکر ہے وہ اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں ہی لوگ دائیں بائیں گرنے شروع ہو جاتے ہیں اور یہاں ہی لوگ سیدھے راہ پر چلتے جاتے ہیں اس گھاٹی والے راستے پر چڑھتے ہوئے اس اونچائی تک پہنچ جاتے ہیں جو ہماری زندگیوں کا مقصد ہے۔ زندگی میں ہمیں دونوں طرف سوچنا چاہیے کہ اس میں اللہ کے کیا حقوق ہیں اور بندوں کے کیا حقوق ہیں۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تصور میں لے آئیں کہ ہم کسی ایسے مقام پر جا بیٹھے ہیں جو بہت پرسکون ہے اور وہاں پر کوئی جھیل ہے یا ٹر کا ہوا پانی ہے اور وہ

بالکل تھما ہوا ہے، کوئی ہوا نہیں چل رہی۔ تو ہمیں کوئی پتھر پڑا ہوا مل جائے تو ہم اس پانی میں پھینک دیتے ہیں جہاں پر پانی میں پتھر داخل ہوتا ہے وہاں پر چھوٹے چھوٹے دائرے بننا شروع ہو جاتے ہیں اور یہ دائروں کا سلسلہ پھیلتے پھیلتے دُور تک چلا جاتا ہے اور کچھ دیر بعد یہ گول چکر جو بنتے ہوئے پھیلتے ہیں یہ تمام پانی میں غائب ہو جاتے ہیں اور نہ اس پھینکے ہوئے پتھر کا نشان اور نہ ان خوبصورت چکروں کا پانی میں کوئی نشان رہ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ایک زندگی ہے جس میں ایک انسان کو بھی اس پتھر کی طرح پھینکا جاتا ہے اس کے اردگرد خوبصورتی بنتی ہے اور پھر یہ خوبصورتی اور وہ شخص ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتا ہے، نہ وہ نظر آتا ہے اور نہ اس کے اردگرد چیزیں نظر آتی ہیں۔ یہ خوبصورتی جو پانی میں پتھر پھینکنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں ہماری آنکھوں کو بھلی لگتی ہے۔ ان کو ہم دنیا کی آسائشیں کہہ سکتے ہیں جو اس وقت بھلی لگتی ہیں۔ لیکن جب وقت گذر جاتا ہے تو یہ ساری ہمارے پیچھے رہ جاتی ہیں اور آخر ہمارے نصیب میں ایک چیز رہ جاتی ہے جسے کہتے ہیں کہ **"دو گز کفن کا کپڑا ہے"**۔ ایک جگہ میں نے پڑھا کہ **"کفن کی جیب نہیں ہوتی"** وہاں ہم ساتھ کچھ نہیں لے جاسکتے۔ اور اگر انسان اپنے مقصد کو پہچانے تو پھر وہ بھلائی وہ خوبصورتی پیچھے رہ جاتی ہے، **اچھے لوگوں کو دنیا بھی یاد کرتی ہے اور ان کی جو کامیابیاں ہیں ان کو بھی یاد کرتی ہے۔** ان پر عمل بھی کرتی ہے اور وہ عمل ان کی زندگیوں کو بہتر بھی بنا دیتا ہے۔ ہماری جماعت میں ایسے نمونوں کی کمی نہیں اور نہ ہی ہم یہ کبھی چاہیں گے یا تصور کریں گے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے کوئی نمونہ نہ رہے۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ہر کوئی جو اپنی چار پشتوں کے بزرگوں کو یاد کرتا رہے اور آگے اپنی اولادوں کو دینے کے لئے کچھ نہ چھوڑے۔

ہر ایک پسند کرتا ہے کہ اس کے بینک میں پیسے رکھے ہوں، اس کے پاس سہولت ہو، اچھا مکان ہو، کھانے کو ملتا رہے، اچھے کپڑے پہنتا رہے، بچوں کو اچھی تعلیم دیتا رہے اور ان کو اپنے پاؤں پر کھڑے کرنے کے قابل بنا دے۔ لیکن اسی انتہاء پر چلتے جانا اور اسی کے پیچھے پڑے رہنا یہ خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے اس میں سے ہمیں خرچ کرنے کو بھی کہتا ہے۔ ہم دنیاوی لحاظ سے فوراً پیسوں کی ہی بات سوچتے ہیں کہ اس میں جو دیا خرچ کرنا ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہر چیز جو ہمیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس میں سے اپنے اپنے رنگ میں خرچ کرنا، جماعت کو وقت دینا اور دین کی خدمت کرتے رہنا، اپنے قیمتی وقتوں میں سے وقت نکالنا ہے۔

حال ہی میں میں نے اپنے بیرون ملک دورہ جات میں مشاہدہ کیا کہ جلسوں یا تقریبات میں نوجوانوں کی شمولیت بہت کم تھی۔ اس میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف اہم قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور ہر فرد پر یہ فرض بن جاتا ہے کہ جب کوئی مالی پودا لگاتا ہے، اگر وہ لگا دے اور بیج پھینک کر چلا جائے اور اس کی حفاظت نہ کرے تو وہ بیج ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارا بھی فرض بن جاتا ہے کہ ہم دنیا کی اس دوڑ میں اتنے آگے نہ نکل جائیں کہ ہم اپنے کچھ فرائض بھول جائیں، ان کو ہم پس پشت ڈال دیں، **یہ ایک عام سا تعصب بن گیا ہے کہ امتحان ہو تو بچوں کو خود والدین کہیں گے کہ آپ مسجد میں بیشک نہ آؤ آپ کا امتحان ہے۔** ہم بھول جاتے ہیں کہ یہی وہ قیمتی وقت ہوتا ہے جس میں بچے کی تربیت اور اسے نماز کی اہمیت کا احساس دلایا جاتا ہے، یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ وہ سمجھیں کہ جتنا امتحان سخت ہے اتنی ہی انہیں دعا کی ضرورت ہے، اتنی ہی زیادہ انہیں نمازیں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی دعا کریں اور ان کو بھی اس کی عادت ڈالیں۔

جو اہمیت ہم بچوں اور نوجوان نسل کو دیں گے چاہے وہ مغرب میں رہتے ہوں یا مشرق میں۔ انسان اپنی زندگی اس طرح نہ گذارے کہ تمام ترجیح اس دنیا کی چیزوں کو دے دے۔ والدین کو میں برا نہ کہوں گا کہ اگر وہ کہیں گے کہ ہمارا بچہ ڈاکٹری کرے، انجینئرنگ کرے لیکن ساتھ اس کے جو دین کا پہلو ہے وہ ہمارا فرض بن جاتا ہے۔ ہم اپنے بزرگوں کی تعریف کرتے ہیں ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں کہ آج وہ اس روشنی کو نہ پائے ہوتے تو ہم بھی ہدایت سے محروم رہتے۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاتھ میں جو روشنی

ہے وہ اگلی نسل کے لئے مشعل راہ ہو۔ یاد رہے کہ اگر ہم یہ تربیت بچوں کے جوان ہونے تک ملتوی کریں گے تو ایک قیمتی وقت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور ہم اس روشنی جس کو ہم نے اپنے بزرگوں سے پایا اسے آگے منتقل کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔

جب میں ننھے ننھے بچوں اور بچیوں کو فجر کی نماز میں باقاعدہ شامل ہوتے دیکھتا ہوں تو میری بہت حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی انشاءاللہ خدا رسیدہ لوگ رہیں گے۔ بچوں کا وجود ایک تخم سا ہے اور ان والدین کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو اپنی اولاد کی تربیت میں اس پہلو کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔

سائنس آج کل کہتی ہے کہ پانچ سال تک ہم اپنے بچے کو جو بھی سکھلائیں گے وہ ساری عمر اس کے لئے بنیاد کا کام دے گا۔ بچہ پیدا ہوتے ہی ہم پر فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اس کی جسمانی اور روحانی تربیت کی طرف غور کریں۔ سائنس دانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ پیدائش کے کچھ ہفتوں کے بعد بچے کے دماغ میں 80 لفظ روزانہ کے جمع ہوتے رہتے ہیں جو وہ ادا نہیں کر سکتا۔ مگر وہ ان کے حافظہ کا حصہ بنتے جاتے ہیں۔ اسی طرح جو دنیاوی اور دینی علوم اور عمل ہیں ان کی بنیاد بھی دماغ میں شامل ہوتی جاتی ہے اور پھر عمل میں لائی جاتی ہے۔

سورج کو گرہن تب ہی لگتا ہے جب اس کے اور ہماری آنکھوں کے درمیان دنیا آجائے۔ اسی طرح دین کی روشنی کے آگے دنیاداری کا پہلو نمایاں ہو جائے تو روحانیت کی روشنی کو بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ اس زمانے میں ہمارے پاس ایک بہت روشن دین ہے جس کو گرہن سے بچانے کے لئے ہمیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ”دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا سبق سکھلایا ہے“ اور اسی کی ہم نے بیعت بھی لی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنے اس عہد اور امام الزماں کی تعلیم پر عمل پیرا رہیں۔ آمین

☆☆☆☆

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج

از: کلام مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

کس نے مانا مجھ کو ڈر کر کس نے چھوڑا بغض وکیں
زندگی اپنی تو ان سے گالیاں کھانے کو ہے

کافرو دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانے کو ہے

جس کو دیکھو بدگمانی میں ہے حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانے کو ہے

چھوڑتے ہیں دیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
سو کریں وعظ و نصیحت کون پچھتانے کو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھ کر
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو ٹھہرانے کو ہے

اس لئے اب غیرت اس کی کچھ تمہیں دکھلائے گی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے

موت کی راہ سے ملے گی اب تو دیں کو کچھ مدد
ورنہ دیں اے دوستو اک روز مرجانے کو ہے

باطنی ایمانی واخلاقی صلاحیتوں کا ارتقاء اور ترویج

اک بڑی مُدّت سے تھا کہ کفر اس دین کو کھاتا رہا　　　اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

(ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم مغفور)

سچے دین کا حقیقی تعلق انسان کے قلب اور اس کی مُودّع باطنی روحانی طاقتوں کے نشوونما سے ہے، یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جو بنی نوع انسان کو دوسری تمام مخلوق سے شرف بخشتی ہے اور یہی وہ اصل عبادت الٰہی کا مقام متعین کرتی ہے، خدا تعالیٰ نے انسان ہی کو یہ اعلیٰ درجہ عنایت کیا ہے کہ اپنی صفات کی ہلکی سی جھلک اس کی روح میں تخلیق کی، یہی وہ مقام ومنصب ہے جس کے حاصل ہو جانے پر ملائکہ کو انسان کے آگے سربسجود ہو جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم اشیاء اور تسخیر کائنات کے رازہائے درون و قوانین سربستہ دریافت کرنے کی قابلیتیں بھی اس میں ودیعت کی گئی ہیں جن کی بناء پر وہ کائنات پر حکومت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور جہاں فرشتے بھی مجبور ہو جاتے ہیں **لاعلم لنا الا ما علمتنا** ہمیں اس کے علم تک رسائی نہیں، لیکن علمی وذہنی ارتقاء کے علاوہ تسخیر نفس یعنی خواہشات پر حکومت کرنے کی جو مخفی استعدادیں انسان میں رکھی گئی ہیں اور جو اس کے قلب و روح کی حقیقی خصوصیات اعلیٰ ہیں ان کی نوعیت کچھ اور ہی قسم کی ہے۔ تسخیر نفس اور تسخیر کائنات باہم مخالف ومتصادم ہرگز نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ممد ومعاون ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے عروج کے وقتوں میں صلحاء باطن اور حکماء ظاہر دونوں کی خصوصیات واحد شخصیتوں میں جمع موجود پائی جاتی ہیں مگر جب سے مادی علوم وتسخیر نے دنیا کی توجہ کو تمام تر اپنی طرف کھینچ لیا ہے تب سے تسخیر نفس کے عالی مقام سے بے خبری بلکہ انکار کیا جارہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ آزادی وجمہوریت کے معنی بے راہ روی اور عدم اتحاد کو نظم وتعاون کے مترادف قرار دے دیا گیا ہے۔ ہر شخص یا جماعت وجتھہ کی یہی آرزو ہے کہ اسی کی رائے تمام پر ٹھونسی جائے۔ دین اسلام کا کمال یہ ہے کہ جہاں اس نے ایمانی پہلو ترقی کے پہلو بہ پہلو عقلی وعلمی ارتقاء کو موقع دیا وہاں اس نے انفرادی آزادی رائے کو اجتماعی نظم وضبط سے مقید کر دیا ہے۔ ایمان اور اصولِ صداقت خواہ کیسی ہی قیمتی متاع کیوں نہ ہوں تاہم ان کے بارہ میں بھی مومنوں کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ غیروں کو معقولیت سے قائل کر کے منوانے کی بجائے انہیں بہ جبر وزبردستی تسلیم کرائیں، کیونکہ ترقی کا میدان علمی ہو یا ایمانی اس وقت تک میسر نہیں آتا جب تک فرد کی اپنی مرضی اس میں شامل نہ ہو۔ اسی لئے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا **لست علیھم بمصیطر۔ وما انت علیھم بجبار** ۔ آپ کو ان کفار پر نگہبان یا جبر سے منوانے والا مقرر کر کے نہیں بھیجا گیا۔ **افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین** مجبوراً انہیں مومن بنائیں گے یا یہ کہ **انلزمکموھا وانتم لھما کارھین** ہمارے لئے یہ کہاں جائز ہے کہ جب تم اس صداقت سے کراہت کرتے اور منہ موڑتے ہو تو ہم پھر بھی اسے تمہارے گلے مڑھ دیں؟ **وما علیك الاالبلغ المبین** ۔ تمہارے ذمہ تو صرف اس پیغام حق کو کھول کر پہنچا دینا ہی ہے اس سے آگے تمہارے ذمہ اور کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ **لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین** ۔ آپ اس غم میں اس قدر پریشان کیوں ہوتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ایمانی و اخلاقی پہلوؤں میں ترقی کے لئے قبولیت کی آزادی اور

انفرادی مرضی ومنشاء کا ہونا اسی قدر لازم پڑا ہے جتنا علمی وعقلی ارتقاء کے لئے ضروری ہے۔اسی لئے ارشاد ہوا کہ ھدی للمتین ۔یہ کتاب صرف انہی کو ہدایت دے سکتی ہے جو ہدایت پانے کے خواہشمند ہوں۔

اس پر آشوب زمانہ مادیت و دہریت میں بانی سلسلہ اور جماعت احمدیہ نے سب سے پہلے یہ ندا بلند کی کہ تسخیر کائنات وہ کارنامہ نہیں جس سے انسان کا عالمگیر امن ونجات وابستہ ہے۔ بلکہ یہی تسخیر اور قدرت اگر بد استعمال کی گئی تو انتہاء درجہ کی مہلک و عالمگیر تباہ کن کاروائی بن سکتی ہے۔اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ کلام الٰہی نے جو تسخیر نفس کا شفاء کن نسخہ عطا کیا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ جس کی خوشخبری آج حضرت مسیح موعودؑ نے دی ہے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اسلام کے ایمانی واخلاقی پہلوؤں کی ترقی کی طرف مسلمان خود توجہ کریں تا کہ دوسری اقوام بھی ان کے نمونہ کو دیکھ کر اس طرف راغب ہوں۔"ہم نے تمہیں اسی لئے ایک میانہ رو ملت بنایا ہے تا تم باقیوں کے لئے نمونہ بنو۔لیکن بجائے ان راہوں میں ترقی کرنے کے عام طور پر مسلمان اقوام کی توجہ دوسروی اقوام کو رانہ تقلید میں محض دنیاوی، اقتصادی اور سائنسی ترقی کی طرف محدود ہو چکی ہے۔اس کی وجہ ظاہر ہے۔ایمانی واخلاقی پہلو کسی ظاہر پرست فرد یا قوم کو دکھلائی نہیں دے سکتے۔ یہ صلاحیتیں تو مخفی اور نہاں ہیں، ان کی طرف تو اہل بصیرت ومعرفت ہی توجہ دے سکتے ہیں۔ جہاں یہ گہرائیاں مفقود ہوں وہاں ان میں ترقی تو در کنار بے حسی وجمود طاری ہوگا۔ جہاں خدا تعالیٰ، ملائکہ، تکلم الٰہی اور یوم آخرت پر ایمان بالغیب کا اطلاق ہوتا ہے وہاں ایسے ایمان کے نتیجہ میں انسان کو اپنی مخفی مگر عظیم صلاحیتوں کی موجودگی کا احساس وادراک ہونا بھی ضروری ہے۔اسی لئے قرآن کریم نے کامل مومنوں کے لئے اولٰئک ھم المفلحون کا جملہ استعمال فرمایا ہے، یعنی خدا اور اس کے کامل کلام پر بالغیب ایمان لانے والے اصحاب اس امر پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ان کے قلب و روح میں ایسی مخفی صلاحتیں پنہاں ہیں جن کے ارتقاء سے ایسے عالمگیر انقلاب اس دنیا میں پیدا کیا جاسکتا ہے۔جس کی طاقت وتوانائی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔اس میں شک نہیں کہ ایک غیر مسلم، تمام طاقتوں کو ان ظاہر اسباب سے ہی وابستہ اور محدود کرتا ہے جو مادی اسباب وذرائع سے اسے میسر ہوں لہذا جب وہ کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے انہی کو اپنا مرجع و ماویٰ بناتا ہے۔اور یہ یقین رکھتا ہے کہ ان کے سواءِ کر کوئی طاقت وقوت کا منبع موجود نہیں لیکن ایک مومن کو یہ یقین وایمان کامل حاصل ہو چکا ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ خود اس کے اندر ایسی مخفی صلاحتیں مرکوز ہیں جو اگر تعلق باللہ سے ترقی پا جائیں تو مادی قوتیں ان کے سامنے ہیچ و بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہیں۔بانی سلسلہ اور جماعت احمدیہ نے جہاں احیاء واشاعت کی عالمگیر تحریکوں کو فروغ دیا ہے وہاں ان سے بڑھ کر اس جماعت پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اقوام کی راہنمائی اس معاملہ میں بھی کریں کہ انسانی قلب وروح میں جو مخفی مگر زبردست طاقتیں پنہاں ہیں وہ ایسی قویٰ وعظیم ہیں کہ ان کا مقابلہ کوئی مادی اسباب نہیں کر سکتے۔ دشمنِ اسلام نے جس وسوسے سے مسلمانوں کے ایمانوں کو کمزور کرنا چاہا ہے وہ یہی دجل ہے کہ دین اسلام مادی اسباب و ذرائع سے جبر کے بل بوتے پر پروان چڑھا۔اس میں ایمانی واخلاقی قوتوں کا فقدان ہے۔اس لئے اب جبکہ مادی ذرائع غیر مسلموں ہی کے پاس بڑھ چڑھ کر ہیں۔دین اسلام کے ترقی وفروغ کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت دراصل اس امر کا نشان ہے کہ دین اسلام نہ پہلے مادی ذرائع کے بل بوتے پر پھیلا اور نہ اب اسے ان اسباب کی حاجت ہے بلکہ یہ دین اپنی تعلیم کے حسن وخوبصورتی اور مسلمانوں کی ایمانی اور اخلاقی صلاحیتوں کے ترقی پذیر ہونے سے پھیلا تھا اور اس زمانہ میں بھی پھر یہی مقدر ہو چکا ہے البتہ پہلے زمانوں میں کفار کی جسمانی قوت وعسکری طاقت، صداقت کی قبولیت میں روک بن رہی تھی۔اسے ہٹا دیا گیا تھا مگر اب سائنس

وآزادی کے فروغ کے باعث ایسی جسمانی وعسکری روکیں موجود نہیں ہیں، البتہ عقلی وساوس اور علمی اعتراضات کے جواب دینے کی ضرورت ہے مگر اصل فتوحات کا باعث دین اسلام کی تعلیم کی اہمیت وافادیت اور مسلمانوں کے ایمانی واخلاقی نشوونما میں ہی مضمر ہے۔ وہ نظام جسے اسلام دنیا میں رائج کرنے کا متمنی ہے اس کی حکومت سب سے پہلے مسلمانوں کے دلوں پر قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک خود مسلمان اقوام کی زندگیوں میں اصول اسلام کی صداقت پر عمل پیرائی کی طرف توجہ نہ ہوگی تب تک کوئی دیگر ذریعہ اور منبع طاقت، دین اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا موجب نہیں بن سکتے۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل

دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ظاہرا مادی طاقتوں کے ماوراء، نہاں درنہاں اور مخفی در مخفی ایمانی و اخلاقی قوتوں پر اطلاع پانا بہت عظیم بصیرت ومعرفت کی بات ہے۔ کوئی بیرونی طاقت یا حکومت ایسی نہیں جس کی حکمرانی دلوں پر قائم کی جاسکے، کوئی قانون ایسا نہیں جس کے بل بوتے پر نیکی وتقویٰ کو زندگیوں میں رائج کیا جاسکے۔ مسلمان جس قدر جلد اس نظریہ کو تسلیم کریں اسی قدر ان کی قسمت کے دن جلد بدلیں گے۔

ہمیں خوشی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ کے یہ احیاء کردہ عظیم اصول، نہ صرف دینی میدان میں بلکہ اب سیاست میں بھی درست تسلیم کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ خود پاکستان کا معرض وجود میں آجانا یا برصغیر اور دیگر ممالک بالخصوص افریقی ممالک میں آزاد ریاستوں کا قیام بھی اسی لئے عمل میں آیا ہے کہ اپنے ملکی حقوق کا جواز، انصاف وآزادی کے تقاضوں کا پرچار اور باہمی امداد وتعاون اور اتحاد عمل کی باہمی قوتوں سے کام لیا جارہا ہے۔ چنانچہ حضرت قائداعظم کے دل میں جو مستحکم یقین برصغیر کے مسلمانوں کی الگ قومیت اور حکومت کے بارہ میں ازروئے انصاف ودیعت ہوچکا تھا اور اس عالی مقصد کے لئے جس طرح انہوں نے بے مثل جرات، محنت اور قومی اتحاد وتنظیم سے رات دن ان تھک کام کیا یہ سب انہی اوصاف حمیدہ کے بدلے ایک نئی مسلم سلطنت کے وجود میں ظاہر ہوا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا۔ نیز یہ کہ:

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست

باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقین

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے جنرل سیکرٹری کے بیانات کے اقتباسات دیئے تھے جن میں انہوں نے علی الاعلان اس اصول کو صحیح تسلیم کیا ہے کہ ان کا مقصد زندگیوں میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے نہ کہ اقتدار پر بہ جبر قبضہ کرنا۔

جو جماعت تمام عمر حکومت وسیاست میں غلبہ کی کوشاں رہی اور جس کا بنیادی اصل الاصول یہی رہا کہ بجز طاقت وجبر نظامِ اسلام قائم نہیں ہوسکتا، اگر ایسی جماعت کے ذمہ دار اصحاب بھی اپنے اساسی اصول بدلنے پر مجبور ہوں تو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور جماعت احمدیہ لاہور کے اصولوں کے آخری غلبہ میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ کے تقاضے ہی ایمانی واخلاقی قوتوں کے اجاگر کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اسی لئے مامور خدا نے یہ فرمایا:

وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آیا ہوتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

☆☆☆☆

نذرانہ عقیدت بارگاہِ رسالت

از: چوہدری ناصر احمد صاحب (شاہدرہ)

کچھ نقش تیری یاد کے باقی ہیں ابھی تک

دل بے سروساماں سہی ویراں تو نہیں ہے

بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول برسانے کے لئے پوری کائنات بے تاب ہے۔ محسن انسانیت کے آنے کے وقت زندگی کے ہر شجر کی شاخیں نمی کو خشک کر چکی تھیں۔ دنیا کی وحشت و بربریت سے تہذیب و تمدن کے پھول مکمل مرجھا چکے تھے۔ انسانی جوہر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ زندگی بخشنے والے حسن عمل کے چشمے ختم ہو چکے تھے۔ دنیا کے مذاہب کی حدود تو تھیں لیکن فصلیں اجڑ چکی تھیں۔ انسان کے تلاش حق میں مارے پھرنے کے باوجود زندگی کا نام و نشان اور تازگی کا سراغ نہیں ملتا تھا۔

تاریخ شہادت ہے اس طرز تغافل کی

پیمانِ وفا کچھ تھے اندازِ وفا کچھ تھے

فطرت نے آواز سن کر افسردگی اور پژمردگی کو پھر سے تازگی اور شگفتگی میں بدل دیا۔ رب العالمین کا سحاب کرم زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوؤں کے ساتھ جھوم کر فاران کی چوٹیوں پر آیا اور بلد الامین کی مبارک وادیوں میں کھل کر برسا۔ انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ اعمال صالحہ کے خشک چشمے تازہ زندگی کی ندیوں میں تبدیل ہو گئے۔ طاغوتی تخت الٹ گئے۔ ایرانی آتش کدے بجھ گئے۔ انسانی تصورات کی دنیا، تاریکی جگہ نور سے جگمگا اٹھی۔ صنم کدوں کے بت پاش پاش ہو گئے۔ ابراہیمی مسلک کی تکمیل کا وقت آ گیا۔ باطل کی تاریکیاں دور ہو گئیں۔ خدائے واحد نے آنے والے کا مقصد تمام اغلال و سلاسل کو توڑ دینا بتایا ہے۔

سرکار دو جہاں کے آنے سے قیصر و کسریٰ کی زنجیریں۔ توہم پرستی کی بصیرت سوز بندشیں۔ انسانیت کی تقسیم کے غیر فطری معیار ٹوٹ گئے۔ اور پابند قفس انسانوں کو آزاد فضا میں یہ کہنے کا موقع ملا۔

یہ ہوا تیز بلندی پہ مجھے لے آئی

اب زمین تنگ سی لگتی ہے اترنے کے لئے

عقل کو عشق کا جنون اور بادشاہی کو استغنائے قلندری عنائت ہو کر رب دو جہاں کا فرمان پورا ہوا۔ ''وہ دلوں کی مردہ بستیوں میں پھر سے زندگی کا سامان پیدا کر دیتا ہے''۔

غور کریں آج بڑی تحقیق کے بعد اہل یورپ نے کہا کہ ایشیاء کے تجارتی اور تمدنی زوال کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مال کا اکثر حصہ بیکار زمینوں میں مدفون رکھا جاتا ہے لیکن محسن انسانیت کو بذریعہ وحی خداوندی آج سے چودہ سو سال پہلے زکوۃ فرض کر کے یہ نقطہ بتا دیا تھا کہ ''جو لوگ چاندی اور سونے کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو سخت دردناک عذاب کی بشارت دو''۔ (سورۃ توبہ)

نبی آخر الزمان کافۃ اللناس اور رحمۃ العالمین بن کر آئے تو فرشتوں کی معصوم نگاہیں انی اعلم مالا تعلمون کا حسین تصور بن کر چمکنے لگیں۔ صحرائے حجاز کے ذرے جگمگائے اور مکہ کا نصیب جاگ اٹھا۔ تحریک فلاح انسانیت آگے بڑھی جن کی طرف جبل التین پر حضرت نوع نے ارشاد کیا تھا اور جیسے کوہ زیتون پر حضرت مسیح نے اپنے حواریوں کی وجہ تسکین خاطر بنایا تھا۔ جس کی بشارتیں وادی طورِ سینین میں بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں او

رجس کے لئے دشت عرب نے حضرت خلیل اکبر اور ذبیح اعظم نے اپنے خدا کے حضور دامن پھیلایا تھا۔

اسی سروز میں پوشیدہ موت بھی ہے تیری
تیرے بدن میں اگر سوز لا الہ نہیں

پیغام محمدی کوئی نئی تعلیم نہ تھی۔ اسے ارض وسماء کے حادثات نے ادھر ادھر بکھیر دیا تھا۔ اب ان منتشر اصولوں کو ترتیب دے کر حسین مجموعہ کی شکل دے دی گئی اور معاملات یوں نکھر کر سامنے آ گئے کہ پہلے وہ موتی تھے اب یہ مالا تھی۔ پہلے یہ پتیاں تھیں اب یہ پھول تھے، پہلے وہ ذرے تھے اب یہ چٹان تھی۔ پہلے وہ قطرے تھے اب یہ سمندر تھا، پہلے وہ ستارے تھے اب یہ کہکشاں تھی، پہلے وہ فرد تھے اب یہ ملت تھی، پہلے وہ نقطے تھے اب یہ خطِ مستقیم تھا، پہلے وہ ابتداء تھی اب یہ انتہاء تھی۔

وہ انسان جو بمطابق فرمانِ خداوندی وجدک ضالاً فھدیٰ کا مصداق تھا، راہ حق میں مارا مارا پھرا تو اس کے شہر کو ام القریٰ اور قلب ونظر کا مرکز بنا دیا گیا۔ ریگ زار حجاز کا ہر ذرہ حرمِ کعبہ کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ وہ ہدایت یافتہ انسان حیران تھا کہ انسان اپنی گردنوں کو اپنی ہی بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے جھکاتے ہیں۔ وہ بزم مے پرستی اور خمار خانوں کی طرف قدم نہیں اٹھاتا کیونکہ یہ اس کی فطرت سلیم کے خلاف ہے۔ اسے انسانی بستیاں سکون نہیں دیتیں تو وہ فطرت کی کھلی فضاؤں میں چلا جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے ترجمانی
یا بندہ صحرائی یا مردِ کوہستانی

وہ صحراؤں اور آسمانوں کی وسعتوں میں کھو کر بھی اپنے اوپر اتنا ضبط رکھتا ہے کہ معمولات زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ اپنے کاروباری معاملات بال بچوں کی نگہداشت، رفقاء واحباب سے میل ملاقات اور معاشرتی زندگی کے تقاضوں میں کوئی فرق نہیں آنے دیتا۔ اس کے کیریکٹر کے سب مداح ہیں۔

صداقت ودیانت مثالی ہے پھر بھی وہ اپنی ذات میں کوئی کمی محسوس کرتا ہے جو وحیِ نبوت کی صورت میں پوری ہو جاتی ہے اور ہر نفس پکار اٹھتا ہے۔

جب تیرا نام وردِ زبان ہوتا ہے
بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

اس کے ساتھ ہی روحوں میں بالیدگی، نگاہوں میں بصیرت، ذہن میں جلا، دلوں میں روشنی، خون میں حرارت، بازوؤں میں قوت اور کائنات کے ذرے ذرے میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اسی انسان کامل کے تربیت یافتہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت کے وقت بیعت رضوان والی جگہ کے درخت کو محض اس لئے اکھاڑ پھینکا کہ کہیں شرک جڑ نہ پکڑ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق کی رفتار بہت سست ہوتی ہے اس لئے اکثریت مایوسی محسوس کر لیتی ہے لیکن اسلام کے حقائق کی آفاقی رفتار آگے بڑھتی رہتی ہے کیونکہ خدا کا مومنین سے وعدہ ہے ''ہم حق کا باطل پر نشانہ لگاتے رہتے ہیں تو حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل شکست کھا کر بھاگ جاتا ہے''۔ صلاحیتوں کی بنا پر گروہِ مومنین ہی نبی پاک کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

کوئی وارث ضرور ہوتا ہے
تخت خالی نہیں ہوا کرتے

یاد رکھیں تقویٰ اور سوچ وبچار ہی زندگی ہے۔ مردے سوچ ہی نہیں سکتے، کمزور دانت کو تو اپنی زبان بھی اکھیڑ پھینکتی ہے۔

بجھ رہے ہیں چراغِ دیر وحرم
دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے

اے رب دو جہاں آج مسلمانوں کو مخبر اعظم کے اصولوں کو اپنانے کی ہمت دیدے تا کہ محبت رسول کے میکشوں کا یہ قافلہ جاں فروش مسلسل رواں دواں رہے۔

☆☆☆☆

مخفی علوم اور علم الاعداد

انسانی زندگی اور ناموں پر اعداد کے اثرات مرتب ہوتے ہیں

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

کائنات کا قدیم علم، علم الاعداد بتایا جاتا ہے۔ انسانی زندگی پر اور ناموں پر اعداد کے اثرات بے شمار ہیں۔ آیئے اعداد کا کرشمہ دیکھیں۔ مثال کے طور پر ہم محمد طاہر القادری کا نام کے اعداد پیش کرتے ہیں۔ محمد طاہر القادری کے نام کا عدد 5 ہے۔ عدد پانچ کا مالک سیارہ ''عطارد'' (Mercury) ہے۔

ع۔ط۔ا۔ر۔د

(۷۰+۹+۱+۲۰۰+۴) = ۲۸۴ مجموعہ

۲+۸+۴ = ۱۴ مجموعہ

ع۔ط۔ا۔ر۔د کے حرف بھی ۵

اور سیارہ عطارد کا علم النجوم اور علم الاعداد میں تعلق تحریرات سے معاہدات اور تقریر سے ہے۔

مذکورہ تینوں خوبیوں سے علامہ طاہر القادری نے ماضی میں بھی اور دسمبر جنوری 13-2012 میں خوب نام پیدا کیا۔ تو ثابت ہوا کہ ان پر سیارہ عطارد کے اور عدد 5 کے کتنے حقیقی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

علم الاعداد کی روشنی میں اعداد اور ہر عدد ۱ تا ۹ تک سے متعلق ''۹۔۸۔۷۔۶۔۵۔۴۔۳۔۲۔۱'' بیان کل کائنات کے راز اور انسانی زندگی سے وابستہ راز ان مذکورہ اعداد سے وابستہ ہیں۔ دنیا میں ہزاروں برس سے ہزاروں قدیم علوم مختلف قدیم نسلوں کے صرف میں رہے اور آج جدید دور میں جبکہ جدید جادوگری (سائنسی جادوگری) نے مختلف ایجادات کے ذریعے کائنات میں انقلاب برپا کر رکھا ہے۔ میں عاجز تازہ دنوں کی تازہ سرد ہواؤں کے ذائقہ میں علم الاعداد کی تپش سے ذہنی، جسمانی، قلبی، علمی سکون اور قرار اور لطف پیش کر رہا ہوں۔

دنیا میں اور خصوصاً مذہب اسلام اس آفاقی مذہب میں علم الاعداد اور علم الاسما کو کلیدی حیثیت زندگی اور شب و روز میں حاصل ہے۔

اگر کسی بھی شخص کو اپنے نام کے حروف کے اعداد کا ابجد سے معلوم کرنے کا طریقہ آتا ہو تو وہ اپنے ہی نام سے زندگی میں اہم کامیابیاں، انہی تاریخوں پر حاصل کر سکتا ہے جس تاریخ کا عدد نام کے عدد سے ملتا ہے۔

فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ: ''ہم نے تمہارے لئے رات اور دن، سورج اور چاند اور جملہ کواکب کو خاص احکام سرانجام دینے کا حکم دیا ہے درحقیقت عقلمند لوگوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں'' (سورۃ النحل: ۱۲)

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے (ترجمہ) ''بیشک علم نجوم نفع دینے والا ہے'' اور یہ بات شاہد ہے کہ نظام کائنات کا انحصار نظام اعداد پر ہے۔ حدیث نبویؐ ہے (ترجمہ) ''ہر امر کسی وقت کا مرہون منت ہوتا ہے'' (سورۃ الرحمٰن آیت ۲۹ میں فرمایا گیا ہے کہ (ترجمہ) ''ہر روز کی ایک شان ہے''

یہ عاجز قارئین اور مخفی علوم میں دلچسپی، شوق رکھنے والوں کو پوشیدہ آنکھ سے اوجھل اور پراسرار علوم کی صداقت اور حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے علوم کے بحر اور نہر سے چند قطرے علم نجوم، علم الجفر اور علم الاعداد کی روشنی میں پیش کر رہا ہے۔ ان مخفی علوم پر مکمل کمند، دسترس حاصل ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ علوم کی سچائی پر مقدس آخری کتاب قرآن کریم کی آیات، احادیث اور تاریخ سے اس مضمون کی تمہید باندھنے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ دورِ حاضر میں ان علوم کا جس طرح سے بے دردہاتھوں سے، دماغوں سے، اشتہاروں سے، بازاریوں سے، دھوکہ بازیوں سے، نام نہاد عاملوں سے، پیروں سے، فقیروں سے نقصان پہنچا اور بدنام کیا ہے اور ایک علوم سے متعلق عوام الناس کے دلوں میں جو نفرت پیدا کردی

ہے اور جو وسوسے اور خوف اور بڑے بڑے دفتر بنا کر اور مختلف طریقوں سے سادہ لوح ہی نہیں پڑھے لکھے لوگوں سے بھی ''الفاظ کی جمناسٹک'' کر کے عرصہ قدیم سے جس طرح لوٹا ہے جیبیں خالی کی ہیں اور بددل کر دیا ہے۔

یہ عاجز ایک حقیری ادنیٰ اور کمزور سی کوشش کر کے کچھ روشنی ڈالے گا اور دل کے اندر براجمان علوم سے متعلق مختلف خوف، وسوسے اور ڈر کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔

علوم سے متعلق جو باتیں عرصہ قدیم سے مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں نے پھیلائی ہیں اس سے قطع نظر دنیا کا کوئی علم خود ساختہ نہیں۔ اگر اس طرف قلم اٹھاؤں گا تو کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ احادیث اور قرآن حکیم کی مبارک مختلف آیات کے ترجمہ اور تفسیر اور مکمل قرآن کریم کی تفسیر اور ترجمہ ہزاروں نامور مفسرین نے کی ہے۔

یہ بھی ایک الگ موضوع ہے اس طرف بھی قلم چل پڑے تو برس ہا برس لکھنے پر صرف ہوں گے اگر ان مخفی علوم کی تاریخ میں جھانکیں گے تو ہزاروں سال پر محیط ہے۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات مثلاً سورۃ بقرہ کی ایک آیت جس میں تخلیق آدم کا ذکر ہے صرف اس آیت پر ایک برگزیدہ روحانی ہستی نے جو تفسیر بیان کی ترجمہ کے بعد جو روشنی ڈالی ہے ایسی مثال آج تک کسی بھی مفسر قرآن نے پیش نہیں کیا اور یقیناً کوئی پیش نہیں کر سکتا کیونکہ مفسر قرآن کے ساتھ کسی بھی قرآن کریم کے معارف کھول کر بیان کرنے میں تائید باری تعالیٰ اور مدد خداوند کریم کو ہونا بہت ضروری ہے اور خداوند کریم امت رسول عربی حضرت محمدؐ خاتم النبین اور خاتم المرسلینؐ میں سے جس کو وہ بصیرت اور روشنی جتنی بھی عطا کر دے تفسیر خداوند کریم کی تائید سے لکھی ہو تو وہ نور کی روشنی اور ذرات مفسر کے قلم سے نکلتے ہیں جو اور کسی کے بس کی بات نہیں ہو سکتی۔

اور یہاں ایک اور بات سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ کو علم ہو ''انسان کی پیدائش'' حدیث نبویؐ کے مطابق یوم الجمعہ کے مبارک دن شام کے وقت کی ہے اور بزرگ ہستی اس روحانی علم بے بدل نے اس مرحلہ پر بھی ایسے راز کو منکشف کیا کہ اوروں کے لئے ناممکن۔ سورۃ بقرہ میں تخلیق آدم میں ذات باری تعالیٰ کا فرشتوں سے مکالمہ ''اور فرشتوں کا ملائیکہ'' کا جواب باری تعالیٰ کا۔ یہاں میں سورۃ بقرہ آیت ۳۰ کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں:

ترجمہ: ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں انہوں نے کہا (فرشتوں نے) کیا تو اس میں (اسے) بناتا ہے اور جو اس میں فساد کرے گا اور خون خرابہ (قتل و غارت گردی) کرے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں۔ فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

اس آیت مبارکہ مذکورہ بالا میں ایک سمندر ہے معرفت کا، اک انمول روحانی نورانی خزانہ پوشیدہ ہے جس کو اس عظیم الشان ہستی جس طرح کھول کھول کر بیان کیا اگر اس مضمون کی زینت بناؤں تو مہینے لگ جائیں گے۔

ان مذکورہ قرآنی آیات کے ترجمہ میں اہم نقطہ فرشتوں کو قبل از وقت ابھی خداوند کریم نے ذکر فرمایا ہے وجود میں کوئی بھی چیز فرشتوں کے سامنے خداوند کریم نے ابھی رکھی نہیں ابھی کچھ ترتیب نہیں دیا۔ ابھی کوئی خاکہ اور کوئی حقیقی شکل و صورت یا نقش نہیں دکھایا نہ ہی کوئی حلیہ فرشتوں کے سامنے رکھا یا دکھایا اور بیان کیا۔ فرشتوں کا یہ کہنا ''کہ کیا تو ایک مفسد کو خلیفہ بنانے لگا ہے'' قارئین اور علما اور محققین اور مفسرین اور عقلمند لوگوں میں ایک لامحدود خزانے اور معارف کے لئے سوالیہ نشان چھوڑا ہے۔ کہ قبل از وقت کسی بھی شے کا فرشتوں کو یہ علم کیسے ہو گیا کہ کسی بھی شے کو دیکھے بغیر خداوند کریم کو جواب عرض کیا کہ کیا تو ایک مفسد کو پیدا کرنے والا ہے جو خون خرابہ کرے گا اور شر اور فساد پیدا کرے۔ مفسرین نے اس نقطہ پر اس جواب (جو فرشتوں نے رب العزت کو دیا) سوال پیدا ہو گیا ''فرشتوں کو کیسے علم ہوا'' لہذا مختلف مفسرین نے اس کو (شاید) کے لفظ کے ساتھ جوڑا اور کہا کہ شاید کوئی پہلے مخلوق تھی اور فرشتوں نے اسی بنا پر کہ جو پہلے مخلوق گزر چکی ہے وہ قتل و غارت گری کرتی رہی تھی، خون خرابہ کرتی رہی، فتنہ فساد برپا کرتی رہی تھی۔ مفسرین نے لفظ شاید تفسیر میں استعمال کیا ہے مگر یہ تو عام فہم بات ہے کہ جب شک و شبہ کے زمرے میں کوئی بات ہو تو وہ قابل یقین خبر یا اطلاع نہیں۔

دوسرا یہ کہ ۴ عناصر کو دیکھتے ہوئے آتش، باد، آب، خاک کو مفسرین نے مفسد کہا ہو گا خون خراب کرے گا شر و فساد پیدا کرے گا کہ آتش کا مادہ والی کوئی چیز یا آدم یا خلیفۃ اللہ خداوند کریم پیدا کرنے والا ہے اس آیت پر بزرگ ہستی نے جو قلم اٹھایا اور علم و معارف کا وہ سمندر بہایا کہ کسی دوسرے مفسر کو شاید ہی نصیب ہو۔ (بحوالہ جنگ 15 فروری 2013ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عظیم کتاب ''آئینہ کمالات اسلام''

دوسرا نام ''دافع الوساوس''

از: جسارت نذر رب صاحبہ

آئینہ کمالات اسلام ایک عظیم الشان کتاب ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ اُردو میں ہے جبکہ دوسرا عربی میں۔ اُردو حصہ کی تاریخ 1892ء ہے اور اس کا عربی حصہ 1893ء کے شروع میں لکھا گیا۔ اور یہ کتاب فروری 1893ء میں مطبع ریاض الہند قادیان سے شائع ہوئی۔

وجہ تصنیف

کتاب کے صفحہ نمبر 652 پر آپ فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ یہ کتاب اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کے کمالات معلوم ہوں اور دین کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ہو''۔

پھر مجموعہ اشتہارات صفحہ نمبر 275 پر آپ فرماتے ہیں:

''میں نے یہ کتاب بڑی محنت، تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا دین کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں اور مخالفین کو دکھلاؤں کہ فرقان مجید کن اغراض کے پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور انسان کے لئے اس کا کیا مقصد ہے اور اس مقصد میں کس قدر وہ دوسرے مذاہب سے امتیاز اور فضیلت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب دیا گیا ہے جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان دین ہو کر پھر ایسی باتیں منہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسول اور قرآن کریم کی ان میں توہین ہے۔ اسی وجہ سے اس کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام اور محل میں زور کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں ایک دین ''دین اسلام'' ہی ہے جس کو ''دین اللہ'' کہنا چاہیے جو سچائی کو سکھاتا اور نجات کی حقیقی راہیں اس کے طالبوں کے لئے پیش کرتا ہے بلکہ قرآن میں نجات کی وہ سیدھی راہیں بتلائی گئی ہیں کہ جن سے نہ تو انسان کو خدا تعالیٰ سے ناامیدی پیدا ہوتی ہے اور نہ خدا کو کوئی ایسا کام کرنا پڑتا ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی اور کو دی جائے۔

غرض یہ کتاب ان نادر اور لطیف تحقیقاتوں پر مشتمل ہے جو نہایت مفید اور آج کل روحانی ہیضہ سے بچنے کے لئے نہایت مجرب اور شفا بخش شربت ہے اور چونکہ یہ کتاب بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے فسادوں کی اصلاح پر مشتمل ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے میں یقین کرتا ہوں کہ فرقان کریم اور رسول اللہ صلعم کی برکات دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات صفحہ نمبر 275)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام کو ایک نشان اور قدرت حق کا نمونہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں جانتا ہوں کہ خدا نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ خاص اپنی تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیسے ایک عاجز انسان کے دل پر تجلی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا ہے اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ نمبر 262)

پس منظر

اس نشان کو سمجھنے کے لئے پہلے ان حالات پر نظر ڈالتے ہیں جن میں یہ نشان وقوع پذیر ہوا۔ حضرت مسیح موعود ان حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیرونی اور اندرونی فتنے انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔ یہ علمی طوفان، یہ عقلی طوفان، یہ فلسفی طوفان، یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان، یہ فسق اور فجور کا طوفان اور یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان، یہ اباحت اور دہریت کا طوفان، یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی نظیر بیان کرو'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 253)

مختلف مذاہب اور علوم جدیدہ کی طرف سے جو اعتراضات ہو رہے تھے ان کا جواب دینا تو درکنار علماء نے ان کے مقابل پر پسپائی اختیار کر لی اور فلسفہ یورپ کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے عقائد کی ایسی تشریحات کرنے لگے جو صریح طور پر قرآن واحادیث کے خلاف تھیں۔ مثلاً تاثیرات دعا اور معجزات وغیرہ سے انکار۔ سرسید احمد خان نے لکھا:

''جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں ملک یا ملائکہ کہتے ہیں''۔

(تفسیر القرآن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 33)

حضرت مسیح موعود نے اس عقیدے کا ذکر آئینہ کمالات اسلام میں کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

''وہ اس وحی کے منکر ہیں جو جبرائیلؑ کے ذریعہ انبیاء کو ملتی ہے۔ الٰہی طاقتوں، غیب گوئی اور دیگر خوارق کو اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور خالصتاً آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اگر وہ بظاہر جبرائیلؑ کو بھی مانتے ہیں مگر ان کا جبرائیلؑ وہ نہیں جن کو بالاتفاق بیس کروڑ مسلمان دنیا میں مان رہے ہیں۔ وہ کلام الٰہی کے بھی قائل ہیں مگر اس کلام کے نہیں جو خدا کا نور اور خدائی طاقتیں اپنے اندر رکھتا ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ 226)

اعلیٰ مقاصد

یہ نادر روزگار کتاب جن اعلیٰ مقاصد کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی وہ سوائے اللہ کی خاص تائید و نصرت کے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ چنانچہ کتاب کی تحریر کے دوران ہر کام پر غیر معمولی افضالِ الٰہی آپ کے شامل حال رہے۔ چنانچہ انہیں رحمتوں کے تذکرہ میں آپ لکھتے ہیں:

''میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھے ہیں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول پاکؐ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی''۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 652)

ایک پاک رویا کی تفصیل

''جب یہ عاجز نور افشاں کے جواب میں اس بات کو دلائل شافعیہ سے لکھ چکا کہ درحقیقت روحانی قیامت کے مصداق ہمارے نبیؐ ہیں اور کسی قدر نعت نبیؐ جو درحقیقت احاطہ بیان سے خارج ہے۔ ان عبارات میں درج کر چکا اور بطور نمونہ کچھ محامد صحابہ کرامؓ بھی اس کے ثبوت کے ذیل میں تحریر کر چکا تو 17 اکتوبر 1892ء کا دن تھا۔ پھر جب میں رات کو بعد تحریر نعت نبیؐ اور محامد صحابہؓ سویا تو مجھے ایک نہایت مبارک اور پاک رویا دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع مکان میں ہوں جس کے نہایت کشادہ اور وسیع لان ہیں اور نہایت مکلف فرش ہو رہے ہیں اور اوپر کی منزل ہے اور میں ایک جماعت کثیر کو ربانی حقائق و معارف سنا رہا ہوں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول پاکؐ ہماری جماعت کے قریب ایک وسیع چبوترہ پر کھڑے ہیں اور یہ ہی گمان گذرتا ہے۔ چہل قدمی کر رہے ہیں۔ اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسول پاکؐ

کے ہاتھ میں کتاب آئینہ کمالات اسلام ہے یعنی یہی کتاب اور یہ مقام جو اس وقت چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ رسول پاکؐ نے اپنی انگشت مبارک اس مقام پر رکھی ہوئی ہے کہ جہاں آپؐ کے محامد مبارکہ کا ذکر اور آپ کی پاک اور پر تاثیر اور اعلیٰ تعلیم کا بیان ہے اور ایک انگشت اس مقام پر رکھی ہوئی ہے جہاں صحابہ رضوان اللہ کے کمالات اور صدق وصفا کا بیان ہے اور آپ تبسم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ھذالی و ھذالاصحابی''

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے اور یہ میرے اصحاب کے لئے اور پھر بعد اس کے خواب سے الہام کی طرف میری طبیعت متنزل ہوئی اور کشفی حالت پیدا ہوگئی تو کشفاً میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس مقام میں جو خدا تعالیٰ کی تعریف ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا ظاہر کی اور پھر اس نسبت یہ الہام ہوا ''ھذ الثنالی'' اور رات منگل کی تھی اور تین بجے پر پندرہ منٹ گذرے تھے۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ نمبر 215)

اس ضمن میں آپ نے یہ رویا بھی تحریر فرمایا:

''اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے ''ھذا کتاب مبارك فقوموا للاجلال و الاکرام'' یعنی یہ کتاب مبارک ہے۔ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاؤ''۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 652)

تفصیل اس پاک اور مبارک رؤیا کی جس میں آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک میں یہ کتاب آئینہ کمالات اسلام دکھلائی گئی اور آنجنابؐ نے اس پر اظہار مسرت فرمایا۔ اس کتاب کے حاشیہ صفحہ 216-217 میں مذکور ہے:

''حضرت مسیح موعودؑ کے آئینہ کمالات اسلام سے متعلق یہ رؤیا اور کشوف اس کتاب کی عظمت وشان پر دلالت کرتے ہیں اور خود حضرت مسیح موعودؑ اپنی تالیفات ''سرمہ چشم آریہ''، ''فتح اسلام''، ''توضیح مرام''، اور ''ازالہ اوہام'' کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

''کہ ایک اور کتاب جو میں نے ان دنوں تالیف کی ہے اور وہ ان سب مذکورہ کتب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس کا نام دافع الوساوس ہے۔ اور وہ ان لوگوں کے لئے حد درجہ نافع ہے۔ جو اسلام کا حسن دکھانا اور مخالفوں کا منہ بند کرنا چاہتے ہیں''۔ (صفحہ 547)

حضرت اقدسؑ نے اس کتاب کا عربی حصہ جو التبلیغ کے زیر عنوان تحریر فرمایا۔ وہ حضرت صاحب کی عربی میں پہلی تصنیف ہے۔ اس سے پہلے نہ آپ نے عربی زبان میں کوئی تصنیف فرمائی تھی اور نہ ہی عربی زبان میں کوئی مضمون تحریر کیا تھا۔ اس کی تحریک جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے۔ یوں ہوئی کہ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے 11 جنوری 1893ء کو حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس کتاب دافع الوساوس میں ان فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت واتمام حجت ایک خط شامل ہونا چاہیے تھا۔ جو بدعات میں دن رات غرق اور اس سلسلہ سے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ بے خبر ہیں۔ حضرت صاحب کو مولوی صاحب کی یہ صلاح پسند آئی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''میرا ارادہ یہ تھا کہ یہ خط اردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہیے اور یہ بھی الہام ہوا کہ ان لوگوں پر اثر بہت کم پڑے گا ہاں اتمام حجت ہوگا''۔ (صفحہ 360-359)

آپؑ نے یہ خط عربی میں نہایت فصیح و بلیغ، مقفیٰ اور مسجع عبارت میں لکھا۔ جو بجائے خود آپ کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔

☆☆☆☆

اخلاق فاضلہ اور اُمہات المومنین

ازمحترمہ پروین چوہدری (ایم اے۔بی ایڈ)

ہم سب جانتے ہیں کہ اخلاق فاضلہ کا کیا مقام ہے اور صحابہ کرام کے حضرت عائشہؓ سے پوچھنے پر کہ آنحضور صلعم کے بارے میں کچھ بتایئے تو یہ جواب دیا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔اس قدر جامع اور بسیط جواب عائشہؓ جیسی عورت ہی دے سکتی تھی جنہوں نے آنحضور صلعم کی صحبت میں سب سے زیادہ سیکھا۔

ازواج مطہرات میں سب سے پہلی خاتون خدیجہ تھیں۔جو اپنے سنِ شعور سے اور پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں اور جب صحبت رسول میسر آئی تو اور بھی صیقل ہوئیں۔اسلام کا مقصد ہی چونکہ مساوات تھا۔اس لئے ہر دو صنفوں یعنی مرد و عورت کی جدوجہد کو ترقی کا زینہ بنادیا۔ عورت کو مختلف تہذیبوں میں دیکھا جائے تو مشرق میں عورت کو مرد کے دامن تقدس کا داغ کیا گیا ہے۔روم میں اس کو گھر کا اثاثہ سمجھا گیا، یونان میں عورت کو شیطان کہا گیا،اور حد یہ کہ تورات میں عورت کو ابدی لعنت کہہ کر یاد کیا گیا ہے، عیسائی کلیسا میں اس کو تمدن کا کانٹا اور یورپ میں اس کو خدا کے برابر کھڑا کردیا گیا۔مگر اسلام میں عورت کو اخلاق کی خوشگوار ہوا کی مہک اور انسانیت کی خوبصورتی بنادیا۔

حضرت عمر کا قول ہے کہ ہم مکہ میں عورتوں کو ہیچ سمجھتے تھے مگر مدینہ میں کچھ قدر تھی۔لیکن اسلام آنے پر ان کے متعلق قرآن میں آیتیں اترنے لگیں۔تو ہمیں ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی اور آنحضور صلعم کا یہ فرمان عورت کی حیثیت کھول کر بیان کرتا ہے کہ ’’انجشہ دیکھنا یہ آبگینے ہیں‘‘

جب حضرت خدیجہ سے شادی ہوئی تو اس سے پہلے آپ کثرت سے نوافل ادا کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ کے مطابق آپ پر وحی کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی۔آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔خدیجہ سے شادی کے بعد جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ کو یہ شرف حاصل ہوا اور وہ یہ پیغام سننے سے پہلے ہی مومن تھیں۔ان سے زیادہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کوئی نہیں کرسکتا تھا کیونکہ جب وحی کا سامنا کرکے جلدل الٰہی سے بریز گھر تشریف لائے تو کہا کہ مجھ کو ڈر ہے۔تو خدیجہ کا وہ لاجواب حوصلہ ان کے مقام کا تعین کرتا ہے۔جب انہوں نے آنحضور صلعم کو آپ کے اخلاق فاضلہ یاد دلائے کہ آپ فکر مند نہ ہوں خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں۔مہمان نواز ہیں اور مصائب و تکالیف میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جس نے آپ کے صحبت میں رہتے ہوئے ان اخلاق و عادات کو گہری نظر سے دیکھا ہو۔نماز کے اعلانیہ حکم سے پہلے حضرت خدیجہ ایک عرصہ تک آنحضور صلعم کے ساتھ خفیہ طور پر نماز پڑھا کرتیں اور بعض اوقات آپ امامت کرتے دائیں طرف حضرت علی اور مقتدی حضرت خدیجہ ہوا کرتیں۔اسی طرح آغاز اسلام میں آپؐ کی سب سے بڑی معاون و مددگار بنیں۔کفار آپؐ کی دولت و ثروت اور مرتبہ سے مرعوب تھے۔ اور آپؐ کو مخالف میں ایذا دینے سے ہچکچاتے تھے۔حضرت خدیجہ کی فضیلت اور قدر و منزلت پر غور کیجئے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ نے آنحضور صلعم سے عرض کی کہ خدیجہ برتن میں کچھ لارہی ہیں۔آپ ان کو خدا کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے۔واللہ خدیجہ اس قدر تمول کے باوجود آنحضور صلعم کی خدمت خود کرتی تھیں۔حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ آپؐ سے ملنے آئیں اور اجازت طلب کی تو آپ کی آواز کی مماثلت سے آپ کو خدیجہ کی یاد آئی اور جھک کر فرمایا کہ ہالہ ہوں گی۔حضرت عائشہؓ کو رشک ہوا اور بولیں کہ آپ کیا

ایک بڑھیا کو یاد کرتے ہیں جو مر چکیں۔ آپ کو خدا نے ان سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو انہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب کوئی میرا رفیق نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور میری اولاد ان ہی سے ہوئی۔

حضرت سودہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ خدیجہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ نمایاں طور پر لمبا قد تھا۔ سخاوت اور فیاضی میں بھی نمایاں تھیں۔ حضرت عمر نے تھیلی میں درہم ڈال کر بھیجے۔ آپؐ نے لانے والے سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ وہ بولا درہم ہیں۔ فرمایا کہ درہم بھی کھجور کی طرح تھیلی میں ڈال کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کہا اور اسی وقت سب درہم تقسیم کر دیئے۔

حضرت خدیجہ کے بعد آنحضور صلعم کی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہؓ تھیں۔ جن کو تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف حاصل ہے کہ وہ واحد کنواری بیوی تھیں۔ نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت عائشہؓ کے اخلاق فاضلہ آنحضور صلعم کے اخلاق حسنہ کا پرتو تھے۔ اور اسی ضمن میں آپ کی فضلیت مختلف جگہ پر قرآن میں ظاہر ہوئی ہے۔ غزوہ معطلق سے واپسی پر حضرت عائشہؓ کا ہار کہیں گر گیا۔ سارا قافلہ رک گیا۔ نماز کا وقت ہوا تو پانی نہ ملنے پر صحابہ پریشان ہوئے تو تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔ لوگ خوش ہوئے تو اسد بن حضیرؓ نے کہا کہ اے آل ابوبکر تم لوگوں کے لئے سرمایہ برکت ہو۔ جب واقعہ افک پیش آیا اور منافقین نے عائشہ پر تہمت لگائی تو قرآن میں اترا کہ ''سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ بالکل افترا ہے''۔ آنحضور صلعم کی زاہدانہ زندگی اور دوسری طرف فتوحات کے نتیجے میں غنیمت کا سرمایہ بڑھنے سے امہات نے نان ونفقہ میں توسیع کا مطالبہ کیا تو ابوبکر وعمر کو اس کی خبر ہوئی۔ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ بیچ میں آپ صلعم بیٹھے ہیں اور اردگرد بیویاں ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنی اپنی بیٹیوں کو تنبیہہ کی۔ انہوں نے عرض کی کہ آئندہ ہم آنحضور صلعم کو زائد معارف کی تکلیف نہ دیں گی مگر باقی ازواج اس بات پر مصر رہیں تو یہ آیت نازل ہوئی جس کی رو سے آپ صلعم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں ''دنیا اور آخرت'' اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں رخصتی جوڑے دے کر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو خدا نے نیکو کاروں کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہؓ چونکہ سب سے پیش پیش تھیں۔ جب آپ کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں۔ پھر تمام ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

وصال سے قبل آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ وفات سے پانچ روز قبل آپ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ دریافت فرمایا عائشہؓ وہ اشرفیاں کہاں ہیں، کیا محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا۔ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو۔

وفات سے قبل حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبد الرحمٰن خدمت اقدس میں آئے۔ آنحضور صلعم حضرت عائشہؓ کے سینے پر سر ٹیک کر لیٹے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ صلعم نے مسواک کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہؓ نے مسواک لے کر اپنے منہ میں چبائی اور نرم کر کے پیش کی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر بھی فخر تھا کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا۔

یہ آنحضور صلعم کی پیغمبرانہ صحبت کا ہی اثر تھا۔ آپ پڑھی لکھی تھیں۔ وصال نبویؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتوے دیتی تھیں۔ علم کلام میں استاد کا درجہ رکھتی تھیں۔ متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں مثلاً رویت باری، علم غیب، عصمتِ انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ دین کے اسرار کا علم بھی انہی کا حصہ تھا۔ قرآن مجید کی ترتیب کو نزول مدینہ میں کامیابی اسلام کے اسباب، غسل جمعہ، قصر کی علت، صوم عاشور کا سبب حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی کی انہوں نے خاص تشریحیں کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ تاریخ عرب میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔اسلامی تاریخ کے متعلق معلومات کا ذخیرہ تھیں۔مثلاً آغاز وحی کی کیفیت ہجرت کے واقعات، واقعہ افک، نزولِ قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی سورتیں، آنحضور صلعم کے مرض الموت کے حالات، غزوہ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف کی کیفیت، فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجتہ الوداع کے ضروری حالات اور آنحضور صلعم کے اخلاق و عادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کا دعویٰ میراث، حضرت علی کا ملالِ خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات انہی سے معلوم ہوئے۔

نہایت شریں کلام اور زبان کی بلاغت وفصاحت میں کمال رکھتی تھیں۔ موسیٰ بن طلحہ کو قول ہے کہ میں نے عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔ جس طرح کہ آپؓ یہ بیان کرتی تھیں آپؐ جو خواب دیکھتے تھے سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔یا وحی کی کیفیت پر پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے۔یا واقعہ افک میں یہ کہنا کہ میں نے سرمئہ خواب نہیں لگایا بلاغت کی انتہاء ہے۔

اخلاق میں حضرت عائشہؓ بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔بلا کی جود و سخاوت تھی۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 ہے۔اخلاق حسنہ سے باقی ازواج نے کہاں تک تربیت لی۔حضرت حفصہ عمر فاروقؓ کی بیٹی دین کے معاملات میں بہت سمجھ بوجھ رکھتی تھیں۔آنحضور صلعم کو بہت عزیز تھیں۔ام المساکین حضرت زینب فقرا و مساکین پر بہت ہاتھ رکھتی تھیں۔

ام سلمہ ابوامیہ جیسے مشہور معزز اور مالدار شخص کی بیٹی تھیں۔نبی کریم صلعم کو ان سے بے حد محبت تھی۔ازواج مطہرات ان ہی کو آنحضور کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا کرتیں۔احادیث کا مخزن تھیں۔اسی طرح سب ازواج اخلاق فاضلہ سے مزین تھیں۔ان دس ازواج کا فرداً فرداً ذکر مضمون کو بہت لمبا کر دے گا۔ ثابت ہے کہ دن رات کی صحبت نبوی ہر قدم پر ان کی تربیت کا حصہ تھی۔اور پھر جب آنحضور صلعم کے اخلاق حسنہ کے ساتھ رحمتہ العالمین کا لقب ہوگا تو وہ سب مراتب میں کس درجہ پر ہوں گی۔یہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے۔

مختصر کارکردگی رپورٹ
شبان الاحمدیہ مرکزیہ

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے ثاقب باری صاحب اور ظہور احمد صاحب کی بخیریت گھر آمد پر ایک نفلی روزہ رکھنے کا اہتمام کروایا۔جس میں تمام احباب جماعت سے روزہ رکھنے کی درخواست کی گئی۔ثاقب باری صاحب اور ظہور احمد صاحب کے لئے جماعت ایک عرصہ سے دعائیں کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہماری ان دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔افطاری سے پہلے ہمارے رکن انیس الرحمٰن مرحوم کے صاحبزادے اعجاز الرحمٰن مرحوم کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعائے مغفرت بھی کی۔افطاری کا اہتمام شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے جامع دارالسلام میں کروایا گیا۔

☆ جامع احمدیہ بلڈنگس میں ''نماز کی اہمیت'' کے موضوع پر ایک اصلاحی پروگرام کا انعقاد کروایا گیا۔اس پروگرام میں (صدر) قاری ارشد محمود صاحب نے بچوں کو وضو اور نماز کا طریقہ عملی طور پر سکھایا اور (نائب صدر) بلال احمد نے نماز کے موضوع پر درس قرآن کریم دیا۔پروگرام کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

☆ جامع احمدیہ بلڈنگس میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ''سیرت النبیؐ'' کی ایک بابرکت تقریب منعقد کی گئی۔جس میں آفتاب احمد صاحب، انوار احمد، قاری ارشد محمود صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا۔اس پروگرام میں احباب جماعت کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔آخر میں عامر عزیز صاحب نے اختتامی دعا کروائی اور حاضرین کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

☆ محترم احسان اللہ صاحب کی والدہ لاہور، میں اور ممبر شبان الاحمدیہ عمر شکیل صاحب کی دادی سانگلہ ہل میں انتقال فرما گئیں۔شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے وفد نے ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی۔

☆☆☆☆

خلوصِ نیت کا پھل

از: میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں عملو الصالحات پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور جگہ جگہ امنوا وعملو الصالحات کا ذکر فرمایا ہے کہ مومن اور نیک عمل کرنے والے ہی کامیاب ہیں اور عمل میں سب سے بنیادی عنصر خلوص نیت کا ہے کہ اگر آپ کی نیت صاف ہے تو عمل کی جزا بھی اس کے مطابق ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلعم نے فرمایا: ''اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے'' (کتاب الوحی حدیث نمبر 1 بخاری) یعنی اگر آپ کی نیت صاف ہے اور نیک ہے تو آپ جو بھی کام کریں گے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا اور آپ کو اجر ملے گا۔ اگرچہ اس عمل میں کوئی کمی، کوتاہی رہ جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت بلالؓ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور موذن تھے۔ تلفظ ان کا ٹھیک نہیں تھا۔ بعض صحابہؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ چونکہ حضرت بلالؓ کا تلفظ ٹھیک نہیں ہے لہذا کسی اور کو موذن مقرر کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے صحابی کی ڈیوٹی اذان کے لئے لگا دی۔ صبح فجر کی اذان ان صحابی نے دی تھی اللہ پاک نے وہ رات لمبی کر دی۔ مدینہ والے سو سو کے تھک گئے لیکن سحر نہ ہوئی۔ کسی نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلالؓ کو کہو اذان دیں۔ لہذا جلد سحر ہوگئی۔ یہ حضرت بلالؓ کا خلوص نیت تھا کہ اللہ نے نہ چاہا کہ حضرت بلالؓ کے علاوہ کوئی اذان دے۔

حضرت بلالؓ کا رنگ کالا تھا لیکن زبان عجمی تھی اور معاشرتی حیثیت تو غلام کی تھی لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے مسجد نبوی کے منبر پر سے اعلان کیا کہ لوگو ہمارے سردار حضرت بلال حبشیؓ کی وفات ہوگئی ہے۔ اس لئے کہ بلالؓ عاشقوں کے سردار تھے، راہ وفا کے وہ راہرو تھے جنہیں مصائب و آلام اور ابتلا و آزمائش کے لرزہ خیز طوفان بھی صراط المستقیم سے نہ ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ جو احد کا کلمہ زبان سے نکال دیا تو پھر اس پر ڈٹ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اقلیم عشق کے تاجدار قرار پائے اور شب معراج میں نبی آخر الزمان نے ان کے جوتوں کی آہٹ جنت میں سنی۔

ہمارے مفتی صاحبان عموماً ان حضرات کے بارے میں فتوے جاری کرتے رہتے ہیں جو مدرسوں کے پڑھے ہوئے نہیں ہوتے اور عربی کی چھوٹی موٹی غلطیاں کرتے ہیں سہواً نہ کہ عمداً اور قوم میں نفاق پیدا کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے مزید عرض ہے کہ کسی نے حضرت حبیب عجمی سے دریافت کیا کہ: ''خدا کی رضا کس چیز میں ہے؟'' آپ نے جواب دیا خدا کی رضا اس دل میں ہے جس میں نفاق کا غبار نہ ہو۔ کیونکہ نفاق کا محبت و موافقت سے کوئی تعلق نہیں جہاں نفاق ہے وہاں محبت نہیں۔ اپنے سینے کو بے یقینی اور شک سے پاک کرو تب اللہ تعالیٰ کی محبت کا نور اور معرفت کی روشنی تمہارے خانہ قلب میں داخل ہوگی۔

حضرت حبیب عجمیؒ نے ابتداء میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دست حق پر ست پر توبہ کی اور قلب سلیم پایا تھا۔ جلد ہی عرفان کی منازل طے کر لیں۔ مگر چونکہ عجمی تھے اس لئے عربی زبان پر دسترس نہ تھی بلکہ قرآن پاک بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ایک دن خواجہ حسن بصریؒ شام کے وقت حبیب عجمیؒ کے گھر آئے وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے مگر چونکہ قرآن پوری صحت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے تھے اس لئے خواجہ صاحب نے ان کی اقتدا نہ کی اور اپنی نماز الگ پڑھی۔ اسی رات حضرت حسن بصریؒ نے خواب میں خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور پایا۔ سوال کیا یا خدایا آپ کی رضا کس چیز میں ہے؟ جواب ملا حسن بصری! میری رضا تو تو نے پالی تھی مگر افسوس کہ تو نے اس کی قدر نہ کی۔ سیدنا حسن بصریؒ نے دریافت کیا خدایا وہ کیا تھا؟ جواب ملا! میری رضا یہ تھی کہ تو صحت نیت کے ساتھ بلا تامل حبیب عجمی کے پیچھے نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ حسن! الفاظ اور طرز ادا کا میرے ہاں اعتبار نہیں۔ خلوص نیت عشق کامل اور طلب صادق میری بارگاہ میں معیار قبولیت ہے۔

درس قرآن ۔۲۳

نصیر احمد فاروقی مرحوم ومغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ:''اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے تم پر اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کے پہلے منکر نہ بنو اور میری آیات کے بدلہ تھوڑا مول نہ لو اور میرا ہی تقویٰ اختیار کرو۔ اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ سچ کو چھپاؤ درآنحالیکہ تم جانتے ہو۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکے رہو۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کو پڑھتے ہو، پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟ اور صبر کے ساتھ مدد مانگتے رہو اور یقیناً یہ بڑی مشکل ہے مگر نہ ان پر جو عاجزی اور فروتنی (سے اللہ کے حضور حاضر) ہوں، اور جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔

یہ سورۃ بقرہ کا پانچواں رکوع ہے اور اس سے جو بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہوتا ہے تو وہ مسلسل رکوع نمبر ۱۸ تک کُلّی یا جزوی طور پر بنی اسرائیل سے متعلق ہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس قوم کے ذکر کو کیا اہمیت حاصل ہے کہ قرآن حکیم میں اسے یہاں رکھا گیا ہے اور بالتفصیل یہاں پر اور مختصراً دوسری جگہوں میں اس قوم کا ذکر آئے گا۔ اسرائیل (جس کے معنی ہیں اللہ کا بندہ) حضرت یعقوبؑ کا نام تھا اور ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے۔ حضرت موسیٰؑ جب ان کو مصریوں کی غلامی سے چھڑا کر لائے تو اس زمانہ میں جو اس قوم کی گری ہوئی اخلاقی اور روحانی کیفیت تھی اس کی بہت صبر و تحمل سے اصلاح فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر وہ دینی اور دنیوی انعامات کئے کہ ان کی نظیر دنیا کی اقوام کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ غلامی سے نکال کر سلطنت اور بادشاہت عطا کی جس کا عروج حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عہدوں میں ہوا۔ سونا چاندی، ہیرے جواہرات اور دنیا کی دولت بے انتہا دی۔ مگر دنیاوی انعامات سے بہت بڑھ کر جو روحانی انعامات کئے وہ تو بالکل بے نظیر تھے۔ یک وقت کئی کئی رسولؑ ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے کھڑے کئے گئے۔ کوئی وقت نہ گذرتا تھا کہ ان میں خدا کا کوئی فرستادہ موجود نہ ہوتا تھا۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے دس قبیلے شمالی فلسطین اور شام کے اردگرد کے علاقوں میں ''اسرائیل'' کے نام سے سلطنت بنا کر راج پاٹ میں لگ گئے۔ اور باقی کے دو قبیلے جنوبی فلسطین (جہاں بیت المقدس تھا) میں آباد ہو کر اپنی الگ سلطنت یہوداہ کے نام سے کرنے لگے۔ دوسری قوموں سے ایک لمبی تاریخی کشمکش میں ''اسرائیل'' سلطنت کے دس قبیلے مغلوب ہو کر اور بطور قیدی مشرقی ملکوں میں لے جائے گئے۔ بالآخر یہ دس قبائل اس علاقہ میں آباد کئے گئے جو اب افغانستان اور پاکستان کا صوبہ سرحد اور کشمیر کا علاقہ ہے۔ رسل اور رسائل کے اندنوں بالکل نہ ہونے کی

وجہ سے وہ وطن سے کٹ کر بالکل کھوئے جا چکے تھے۔ یہی ''اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں'' تھیں جن کی تلاش میں حضرت عیسیٰؑ نکلے جب فلسطین کے قبائل جو یہودا کی سلطنت بننے کے بعد سے اپنے آپ کو یہودی کہتے تھے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ صرف رڈ کیا بلکہ سولی پر چڑھا کر ان کو قتل کرنا چاہا۔ الغرض بنی اسرائیل کے بارہ کے بارہ قبائل اپنی دنیاوی سلطنت اور غلبہ کھو بیٹھے تھے اور فلسطین کے یہودیوں نے جو حضرت عیسیٰؑ پر ظلم عظیم کیا اس کی وجہ سے وہ مغضوب علیہ ہو گئے۔

اس نہایت مختصر تاریخ کے بعد میں اب اس سوال کی طرف آتا ہوں جو میں نے اس درس کے شروع میں اٹھایا تھا کہ بنی اسرائیل کے ذکر کو مسلسل رکوع نمبر ۵ سے لے کر رکوع نمبر ۸ تک قرآن حکیم کے ابتداء میں کیوں رکھا گیا۔ ذرا اپنا قرآن کھول کر دیکھئے کہ اس سے معاً قبل حضرت آدم کے زمین میں خلیفہ بنائے جانے اور ہر طرح کی نعمتوں کے علاوہ دل کی جنت عطا کئے جانے کا ذکر ہے (جیسا کہ میں اس رکوع کے درس میں بتا آیا ہوں) مگر شیطان نے انہیں اور ان کی بیوی کو ورغلایا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے نہ صرف دل کی جنت کھو بیٹھے بلکہ ظاہری نعماء سے بھی محروم ہو گئے۔

تو زمین میں حضرت آدم کی طرح ہر انسان اپنے محدود دائرہ اختیار میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ مگر اس سے وسیع پیمانہ پر ہر قوم بھی اپنے علاقہ میں اللہ تعالیٰ کی خلیفہ ہے۔ اسی اجتماعی خلافت کا ذکر قرآن حکیم نے دوسری جگہ فرمایا ہے **ھوالذی جعلکم خلائف الارض** (الانعام ۱۶۶) اور **ویجعلکم خلفاء الارض** ۔ تو اس قومی خلافت میں بھی قوموں کا معاملہ وہی ہے جو انفرادی خلافت میں حضرت آدمؑ کا ہوا کہ انہیں ہر طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں مگر اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری پر کمر کس لیں تو پھر زمین و آسمان کا اصل بادشاہ اللہ تعالیٰ کہیں روز محشر کے انتظار میں نہیں بیٹھا کہ انہیں سزا دے بلکہ وہ اسی دنیا میں اپنے خلیفہ کو اگر وہ اس سے باغی ہو جائے تو سزا دیتا ہے جو کہ آخرت کی سزا پر دلیل ہوتی ہے۔ اس کی بہترین مثال ہمارے زمانہ کی انگریز قوم کی تاریخ میں نظر آتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عالمگیر سلطنت اور دنیا بھر کی دولتیں بخشیں تو اس زمانہ میں وہ اپنی کتاب انجیل کے مطابق خدا پر ایمان رکھتے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ مگر جب انہوں نے اپنے دنیاوی غلبہ کو اپنا دینی غلبہ بنانے کی بھی کوشش کی تا کہ ان کی سلطنت (ماتحت رعایا کے عیسائی ہو جانے کی وجہ سے) ہمیشہ قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دنیاوی غلبہ کو اور دنیاوی اموال کے خزائن کو بھی چھین لیا خصوصاً اس لئے کہ بیسویں صدی عیسوی میں آ کر یہ خدا تعالیٰ کو بھی چھوڑ بیٹھے تھے۔ بنی اسرائیل بھی ان کی طرح دنیا پرست اور دولت پرست ہو گئے تھے اور یہود نے تو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھا کر ان کو قتل کرنے کی کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے پر وار دکیا۔ اب دوسری وجہ واضح ہو گئی کہ بنی اسرائیل اور ان کے بدترین حصہ یہود کا ذکر یہاں کیوں آیا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی عظیم الشان دعا جس کا قرآن کریم جواب ہے (جیسا کہ میں ابتدائی درسوں میں بتا آیا ہوں) اس میں جناب باری سے التجا کی گئی تھی کہ ''ہمیں سیدھے راستہ پر لے کر چل ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کئے'' وہاں اس کے معاً بعد'' نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ گمراہ ہو جانے والوں'' کے راستے سے بچانے کی دعا تھی۔ سو اس ترتیب الفاظ میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ **منعم علیه** قوم بننے کے بعد پہلے لوگ **مغضوب علیه** بن گئے یا گمراہ ہو گئے، تم نے ایسا نہ کرنا۔ یہود کے **مغضوب علیه** بننے کا ذکر قرآن میں آگے آئے گا۔ مگر مخبر صادق صلعم نے بھی فرمایا کہ **لتتبعن سنن من قبلکم** (متفق علیہ)۔ ''تم بھی پہلوں کے طریق کی اتباع کرو گے''۔ ہاں۔ اور کون؟''۔ تو بنی اسرائیل کے ذکر میں مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے

کہ تم کو بھی زمین میں خلیفہ بنایا جائے گا، تم وہ غلطی نہ کرنا جو بنی اسرائیل نے کی جس کی وجہ سے سلسلہ نبوت اب بنی اسرائیل سے لے کر بنی اسمٰعیل کو دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی روحانی نعمت اس کی دنیاوی نعمتوں سے بہت بڑھ چڑھ کر انعام ہے۔ اور اس کو کھو دینے سے بڑھ کر اور کوئی نقصان نہیں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ بنی اسرائیل کی قومی خلافت سے معاً قبل حضرت آدم کی انفرادی خلافت کا ذکر تھا۔ تو حضرت آدم اور ان کی بیوی نے توتوبہ و اصلاح کر لی تھی۔ اس لئے بھی قرآن کریم اب بنی اسرائیل کو ان کی قومی خلافت کھوئے جانے کے بعد بار بار مخاطب فرما کر انہیں نصیحت فرماتا ہے کہ وہ اب بھی توبہ اور اصلاح کریں اور اس نبی آخر الزمان کو قبول کریں جس کو قبول کرنے کا عہد یوں تو تمام نبیوں نے اپنی اپنی قوموں سے لیا تھا مگر بنی اسرائیل کے سینکڑوں ہزاروں انبیاء نے جس کثرت سے اپنی قوم سے لیا کسی قوم سے نہ لیا گیا تھا۔ میں واضح کر دوں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں یا قوموں میں سے دس جو افغانستان پاکستان کے صوبہ سرحد اور کشمیر میں بسی ہوئی تھیں۔ یہ وہ بھلی اقوام تھیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو بھی قبول کیا جبکہ ان کے بھائی فلسطین کے یہودیوں نے انہیں قبول نہ کیا، اور اس طرح بعد میں قرآن کریم کا بار بار بنی اسرائیل سے خطاب کرنا کامیاب ہوا اور ان دس قوموں نے اسلام کو بھی قبول کر لیا۔ **فالحمد للّٰہ علی ذالک** ۔صرف یہود کے دو قبائل ابھی تک محروم ہیں الا ماشاء اللہ۔

اب ہم رکوع کے الفاظ کو لیتے ہیں جن کا ترجمہ اوپر درج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو اپنے انعام یاد دلانا نعوذ باللہ احسان جتانے کے طور پر نہیں بلکہ ان کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے ہمیشہ تم پر مہربانی کی اور اب دوبارہ اپنی رحمت میں داخل کروں گا بشرطیکہ تم میرے عہد کو پورا کرو۔ یہ عہد جو قرآن کریم میں میثاق النبیین ۔(آل عمران ۳:۸۱) کے نام سے مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے ذریعہ اس کی قوم سے لیا کہ جب خاتم النبیین صلعم آئیں تو تم ان پر ایمان لانا۔ اور چونکہ بنی اسرائیل میں جتنے نبی آئے کسی قوم میں نہیں آئے اس لئے جتنی اس عہد کی بنی اسرائیل میں تجدید ہوئی کسی قوم میں نہ ہوئی اور ''وہ نبی''، یعنی محمد صلعم کا آنا بنی اسرائیل کے بچے بچے کو معلوم تھا۔ اس میثاق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمام قوموں کو اپنے آخری دین پر اپنے آخری نبی کے جھنڈے کے تلے جمع کرنا چاہتا تھا تاکہ دینی اختلافات اور دشمنیاں باقی نہ رہیں۔

آگے فرمایا کہ اگر تم میرے عہد کو پورا کرو گے تو میں اپنا عہد پورا کروں گا۔ وہ عہد یا وعدہ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف (سورۃ النور۲۴:۵۵) میں فرمایا کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اس کے بعد آج کے سبق میں جو فرمایا کہ مجھ ہی سے ڈرو تو اس لئے فرمایا کہ حق کو قبول کرنے میں ہر قسم کے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور لوگ ڈراتے دھمکاتے ہیں روکنے کے لئے تو فرمایا کہ ان سے مت ڈرو بلکہ میرے مواخذہ سے خوف کھاؤ۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ قرآن جو میں نے نازل فرمایا ہے وہ تمہاری کتابوں اور نبیوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ قرآن کریم کا امتیاز ہے جو اور کسی الہامی کتاب کا نہیں کہ قرآن کریم تمام قوموں میں نبیوں اور الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے ورنہ ان کا جواب حال ہے اس میں انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا ممکن نہ تھا۔ میثاق النبیین (آل عمران۳:۸۱) کے ماتحت آنے والے نبی کی یہ نشانی تھی کہ وہ تمام نبیوں کی اور الہامی کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ اور یہ عظیم الشان نشان سوائے محمد صلعم کے کسی نبی نے پورا نہیں کیا۔ اور بنی اسرائیل کے نبیوں اور الہامی کتابوں کی تصدیق تو خاص طور پر حضورؐ نے کی جن پر گواہ قرآن کریم موجود ہے۔ تو فرمایا کہ اندریں حالات تم سب میں پہلے انکار کرنے والے نہ بنو جیسا کہ مدینہ کے یہود نے کیا سوائے ایک دو حق پرستوں کے۔ اور یہ جو

فرمایا کہ میری آیات کے بدلہ تھوڑا مول نہ لو تو یہ علمائے یہود کے لئے ہے جن کی روحانی نمبرداری اور حلوہ مانڈا خطرہ میں ہو جاتا تھا اگر وہ رسول اللہ صلعم کو روحانی پیشوا مان لیں۔ مگر وہ نہ ایمان لائے بلکہ ''سچ کو جھوٹ کے ساتھ ملانے بلکہ حق کو چھپانے'' کے مرتکب ہوئے کہ جتنی پیشگوئیاں یہودی صحیفوں میں تھیں ان کی ایسی توجیہیں کیں کہ وہ محمد صلعم پر نہ پوری ہوتی نظر آئیں اور وہ اپنے لوگوں کو روکتے تھے کہ ان پیشگوئیوں کا مسلمانوں کو علم نہ ہونے دو۔ (البقرۃ ۲:۷۶)

اس قوم میں ہفتہ میں صرف ایک دن (سبت) خدا کی یاد کے لئے مقرر تھا مگر وہ اس کو توڑتے تھے جس کا الزام آگے قرآن میں بار بار آئے گا۔ (البقرۃ ۲:۶۵، النساء ۴:۴۷، اور ۱۰۴، الاعراف ۷:۱۶۳، اور النحل ۱۶:۱۲۴) اور اس دن بھی دولت کمانے میں لگے رہتے تھے اور اسی لئے اس قوم پر لعنت یعنی خدا سے دوری کی پھٹکار پڑی۔ تو اس کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ''نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکتے رہو''۔ سبت کی ہفتہ میں صرف ایک بار کی خدا کی یاد کافی ثابت نہ ہوئی تو فرمایا کہ اسی لئے ہم نے اسلام میں دن میں پانچ بار نماز قائم کرنے کو کہا ہے جو انسان کو دنیا کے دھندوں میں منہمک ہو کر خدا کو بھول جانے سے روکتی ہے اور دنیا اور دولت کمانے کے انہماک میں بار بار خدا کی یاد دلاتی ہے۔ اور زکوٰۃ سے مال کی محبت (جس میں نہ صرف دولت خدا بن جاتی ہے بلکہ انسان دوسروں خصوصاً غریبوں کا خون چوسنے لگتا ہے) اس پر چھری سال میں ایک دفعہ پھیری جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب نے خدا کو یاد رکھنے اور مال کی محبت کی آگ سے بچنے کے لئے دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرنے کو کہا ہے۔ اسلام نے درمیانی راستہ اختیار کیا۔ دنیا اور مال کماؤ مگر ان کے انہماک میں نماز کو پانچ بار قائم کر کے خدا کی یاد کو اپنے دلوں میں قائم کرو اور زکوٰۃ دے کر مال کی محبت پر جو حیوانیت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے (کیونکہ انسان اپنے بھائیوں کا خون چوسنے لگتا ہے) اس پر چھری پھیرو۔ اس آیت میں آخر میں ''جھکنے والوں کے ساتھ جھکے رہو'' کا حکم لوگوں نے رکوع میں جھکنے سے لیا ہے۔ مگر وہ تو نماز قائم کرنے کے حکم میں پہلے ہی آ گیا تھا۔ یہ جھکنا نماز کے علاوہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے آگے فرمانبردار رہنے کا حکم ہے کہ نماز کے بعد خدا کو بھول نہ جانا۔

اگلی آیت میں علماء بنی اسرائیل کا فرمایا کہ تم لوگوں کو تو بڑی بڑی نیکیوں کا حکم دیتے ہو مگر اپنے نفسوں کو بھولے ہوئے ہو حالانکہ تم خود تورات پڑھتے ہو جس میں اپنے نفس کی اصلاح کا سب سے پہلے حکم ہے۔ ان علماء کا اپنا کیا بُرا حال تھا وہ حضرت عیسیٰؑ کی زبانی انجیل میں پڑھیے۔ انہوں نے کہا گالیاں تک ان کو دی ہیں جو ان کے بُرے حال کا نقشہ کھینچتی ہیں۔ آخر میں بنی اسرائیل کو فرمایا کہ حق کو قبول کر کے جو ابتلاء اور مصائب آتے ہیں انہیں صبر سے سہو تو وہ تمہارے ایمان کو پختہ کریں گے ورنہ ایمان محض زبانی رہتا ہے۔ صبر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے عظیم ترین صفت ہے کہ وہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا کیا جا رہا ہے یا کہا جا رہا ہے اگر انتہائی صبر سے نہ سہنے والا ہوتا تو یہ دنیا ایک دن ختم ہو جاتی۔ تو اس عظیم صفت الٰہی کو خود صبر کر کے سیکھو۔ ہاں انسان کمزور ہے اور ابتلاء اور مصائب سے خلاصی کے لئے خدا کے سوا کسی کو پکار سکتا ہے تو فرمایا کہ اسی کے لئے تو ہم نے تمہیں پانچ بار اپنی جناب میں حاضری کی اجازت دی ہے۔ یہودی مذہب کے تمام ارکان اسلام کے ارکان سے سخت تر تھے سوائے پانچ وقت کی نماز کے۔ دوسرے مذہب والوں کو وہ بوجھل معلوم دیتی ہے۔ اسی لئے آج کے سبق کی آخری دو آیتیں ہمارے لئے بھی اہم ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز بوجھل ہوتی ہے۔ سوائے خشوع رکھنے والوں کے لئے۔ تو پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ خشوع کیا چیز ہے؟ اور دوسرا یہ کہ وہ کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ دونوں کا جواب یہاں دیا ہے۔

خشوع عاجزی، فروتنی اور فرمانبرداری کے معنی رکھتا ہے۔ تو خشوع تو خود بخود پیدا ہوسکتا ہے اگر انسان کو اس حقیقت کا احساس ہو کہ وہ ایک مٹی کا کمزور کھلونا ہے جو کسی سیکنڈ بھی ختم ہوکر پھر مٹھی بھر مٹی میں بدل سکتا ہے اگر اس کا پیدا کرنے والا ایسا چاہے جس کے جلال و عظمت کے حضور وہ کھڑا ہے اور جس نے اپنی ربوبیت (جس کے معنی ادنیٰ حالت سے بتدریج اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے کے ہیں) سے اسے اتنا طاقتور بنایا ہے کہ تمام کائنات کی طاقتوں پر حکومت کرتا ہے۔ مگر انسان کی دنیاوی حالت بہر حال آج نہیں تو کل ختم ہوجانی ہے۔ جو اصل انسان ہے اور جو ہمیشہ رہنے والی چیز ہے وہ، وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں پھونکی ہے۔ اس روح کو بار باران گندگیوں سے پاک وصاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو دنیا میں رہنے سہنے سے گرد و غبار کی طرح اس پر جمنے لگتی ہے، اور اگر انسان کسی گناہ یا خطا یا غفلت کا مرتکب ہوا ہوتو وہ بہت ہی گندی بیماری کی طرح اس روح کو روگ بن کر کھانے لگتی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کیا خوب فرمایا کہ اگر جسم کیسا پاک وصاف رہے گا؟ فرمایا کہ یہی حال مومن کے باطن کا ہوتا ہے جب وہ پانچ وقت کی نماز کو ''قائم'' کرتا ہے۔ مگر نماز کا ایک اور بھی مقصد ہے۔ ہر انسان نہ صرف اپنی روح کو (جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جسے وہ موت کے وقت واپس لے لیتا ہے) پاک وصاف رکھنے کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے بلکہ اس روح کی صحت اور نشوونما اس روحانی غذا سے ہوتی ہے جو نماز میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے سے اس روح میں آتی ہے اور جس کا ذکر سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۲ میں ہے جسے میں ایک ابتدائی درس میں واضح کر چکا ہوں۔ جس طرح انسان کے جسم کو غذا نہ ملتی رہے تو وہ کمزور اور بیمار ہوکر مر جاتا ہے، یہی معاملہ اس کی روح کا ہے جس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ ہی اصل انسان ہے اور اسی نے جسم کے مرنے کے بعد اگلے جہانوں میں جا کر ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ تو اس امانت کا حق بلکہ اپنے نفس کا حق وہ انسان کہاں ادا کرتا ہے جو اس روح کو گندا اور ناپاک اور کمزور اور بیمار کر دیتا ہے بلکہ اسے مارنے کا مجرم بھی بن جاتا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ پانچ وقت کی نماز (جو اللہ تعالیٰ جیسے شہنشاہوں کے شہنشاہ سے ملاقات کا فخر بھی ہے) کے لئے بلاتا ہے تو انسان کی روح کو جو اس کا اصل ہے اور جس نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اس کو پاک وصاف کرنے کے لئے اور روحانی غذا دے کر اس کی نشوونما کرنے کے لئے بلاتا ہے نہ کہ اپنے کسی فائدہ کے لئے؟

آخری آیت میں نماز میں لقاء اللّٰہ کا ذکر ہے۔ لقاء کے معنی سامنے آنے کے بھی ہیں اور کسی کو پانے کے بھی۔ مومن لقاء اللّٰہ کے لئے ذوق و شوق سے نماز کو آتا ہے جس میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کی حضور کا فخر نصیب ہوتا ہے بلکہ نماز سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کا پا بھی لیتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ نماز کو ''قائم'' کرنے والا ہو نہ کہ رسماً پڑھنے والا ہو) اللہ تعالیٰ کو پانا انسان کی پیدائش کا مقصد ہے جیسا کہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں بتا آیا ہوں ۔ اور اسی آیت میں اگلے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جانے کا بھی ذکر ہے جس کی تفسیر تمام مفسرین نے حساب و کتاب کے لئے اللہ کے حضور میں آخرت کی زندگی میں بندھے ہوئے جانے کی لکھی ہے۔ تو جو اپنی خوشی سے اللہ کے حضور نماز میں نہ آئیں وہ بہر حال بندھے ہوئے اس کے حضورؐ میں لائے جائیں گے۔ اس دن کے خوف سے بھی انسان کو نماز کے ذریعہ اپنی باطنی صفائی اور اصلاح میں لگے رہنا چاہیے۔ تو جو انسان ان تمام باتوں کو سمجھے گا اس پر نماز بوجھل نہیں رہے گی۔

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

اور تو نے علم حاصل کرلیا

پیارے بچو بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک نوجوان علم حاصل کرنے کی غرض سے اپنے گھر سے دور چلا گیا ایک عرصہ دراز بعد جب وہ اپنے گاؤں میں واپس آیا تو گاؤں کے ایک بزرگ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور بڑے شفقت سے پوچھا بیٹا تو نے اتنے عرصہ میں کتنا علم حاصل کرلیا؟ طالب علم نے جواب دیا! میں نے پانچ باتیں سیکھی ہیں۔ بزرگ نے حیران ہو کر پوچھا! صرف پانچ باتیں؟ طالب علم نے کہا! جی ہاں اور ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو نہ دولت سے محبت کرنی چاہیے، نہ اونچے عہدے اور نہ شان وشوکت سے۔ اسے نیکی کرنے کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنانا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ انسان کو ہر وقت اور ہر حال میں اللہ پاک سے ڈرنا چاہیے۔ ایسا کرنے سے وہ ہر قسم کی برائیوں سے بچا رہے گا۔ تیسری بات آدمی کو لالچ اور کنجوسی سے بچنا چاہیے۔ عام آدمیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ساری زندگی اچھی اچھی چیزیں اکٹھی کرنے میں لگے رہتے ہیں، خزانے جمع کرتے رہتے ہیں لیکن خزانے ان کے کسی کام نہیں آتے۔ چوتھی بات یہ کہ سچی عزت اور اونچا درجہ صرف اچھے کام کرنے کی وجہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ خدا کے نزدیک وہی بڑا ہے جو اچھا راستہ اختیار کرکے بھلائی کے کام کرتا ہے اور پانچویں بات یہ کہ دوسروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر جلنا اور حسد کرنا بہت بُری بات ہے۔ انسان کو یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ سب نعمتوں اور خزانوں کا ملک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اسی کے آگے دامن پھیلانا چاہیے، کسی کی کوئی چیز چھین لینے کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے۔

آخر میں بزرگ نے جواب دیا! اے نوجوان تو نے یہ سب باتیں، بہت اچھی سیکھی ہیں، میں تجھے مبارک باد دیتا ہوں کہ تو نے صرف یہ پانچ باتیں سیکھ کر پورا علم حاصل کرلیا ہے۔ (آفتاب احمد، شیخ محمدی)

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر 1: اذان میں اللہ کا نام کتنی دفعہ لیا جاتا ہے؟

(۱): دو (۲): پانچ (۳): آٹھ (۴): گیارہ

سوال نمبر 2: ارکان اسلام کی تعداد بتائیں؟

(۱): پانچ (۲): آٹھ (۳): دس (۴): گیارہ

سوال نمبر 3: ارکان نماز کی تعداد بتائیں؟

(۱): آٹھ (۲): چھ (۳): نو (۴): دس

سوال نمبر 4: حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کب پیدا ہوئے؟

(۱): یکم فروری 1835ء (۲): 2 فروری 1837ء (۳): 3 فروری 1838ء

سوال نمبر 5: پاکستان کے دارالحکومت کا نام بتائیں؟

(۱): لاہور (۲): اسلام آباد (۳): کراچی (۴): ملتان

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور شہر کا نام ☆ سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں

☆☆☆☆

نعت رسول مقبولؐ

از: عامر عزیز الازہری

چاند دو ٹکڑے ہوا ان کے اک اشارے سے

بن گیا صحرا نخلستان ان کے اک اشارے سے

وہ رحمت للعالمین سکھایا جس نے سبق اقراء کا

سراج منیر نے نکالا ہمیں جہالت کے اندھیارے سے

علم و عرفان کے دیئے جلائے ایسے تو نے

کرنیں پھوٹیں ضیاء کی ، فلک کے کنارے سے

حرمت انسان و حرمت جان منشور جس کا

اصحاب بن گئے نجوم اس کے مبارک سہارے سے

جان و دل فدا اس محسن عظیم پہ عزیزؔ

نکالا جس نے وجود فانی کو فنا کے دھارے سے

دیکھ کر جسؐ کو ہوا تھا ماہ کامل سینہ چاک

تضمین بر نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حضرت مسیح موعودؑ

بے کس و بے بس نظر آتا تھا وہ در یتیم — منزلوں تک جس نے دکھلائی صراطِ مستقیم
جھولیاں بھر کے لٹائے جس نے الطافِ عمیم — ”شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوند کریم“
”آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم“

کچھ سمجھ پائے نہ اس کو بد سرشت و بدنہاد — راہ میں کانٹے بچھاتے تھے وہ اس کی کم سواد
اس کا یہ عالم کہ نقد جاں بھی پیش برق و باد — ”زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
”پیکر اور رشد سراسر صورت رب رحیم“

سرمۂ چشمِ بصیرت ہے جو اس کے در کی خاک — دیکھ کر جس کی ہوا تھا ماہِ کامل سینہ چاک
اس رخ روشن کو ہرگز چشمِ بدبیں سے نہ تاک — ”بوئے محبوبِ حقیقی مید مدزاں روئے پاک
”ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم“

بزمِ خوباں محو حیرت، اے زہے حسن و جمال — رزم ہے سربہ گریباں اے زہے جاہ و جلال
ہے زمیں رشک جناں ، دیکھو تو معراجِ کمال — ”گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
”چوں دل احمدؐ نمے بینم دگر عرش عظیم“

مخزنِ علم و فراست ، روکش دیدارِ پاک — اور ہر اک دور میں کھلتے رہے اسرار پاک
سنئے اب اس دور کے محسنؑ کی بھی گفتار پاک — ”از عنایات خداوند فضل آں دادار پاک
”دشمن فرعونیانم بہر عشق آں کلیم“

روح کو چھوڑے ہوئے ہیں، کھینچتے ہیں جسم و جاں — دینِ فطرت کی یہ حالت، الحفیظ و الاماں!
اور دیں کے نام پر اونچی ہے ملا کی دوکاں — ”آں مقام و مرتبت خاصش کہ برمن شد عیاں
”گفتے گردید مے طبعے دریں راہے سلیم“

گز خدائے لم یزل صد بار ایں جانے دہد — نیز عمرم ہر زماں صد سال دامانے کشد
جز صدائے بر نہ خیزد، تابہ آغوش لحد — ”در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
”ایں تمنا ، ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم“